صبحِ زندگی

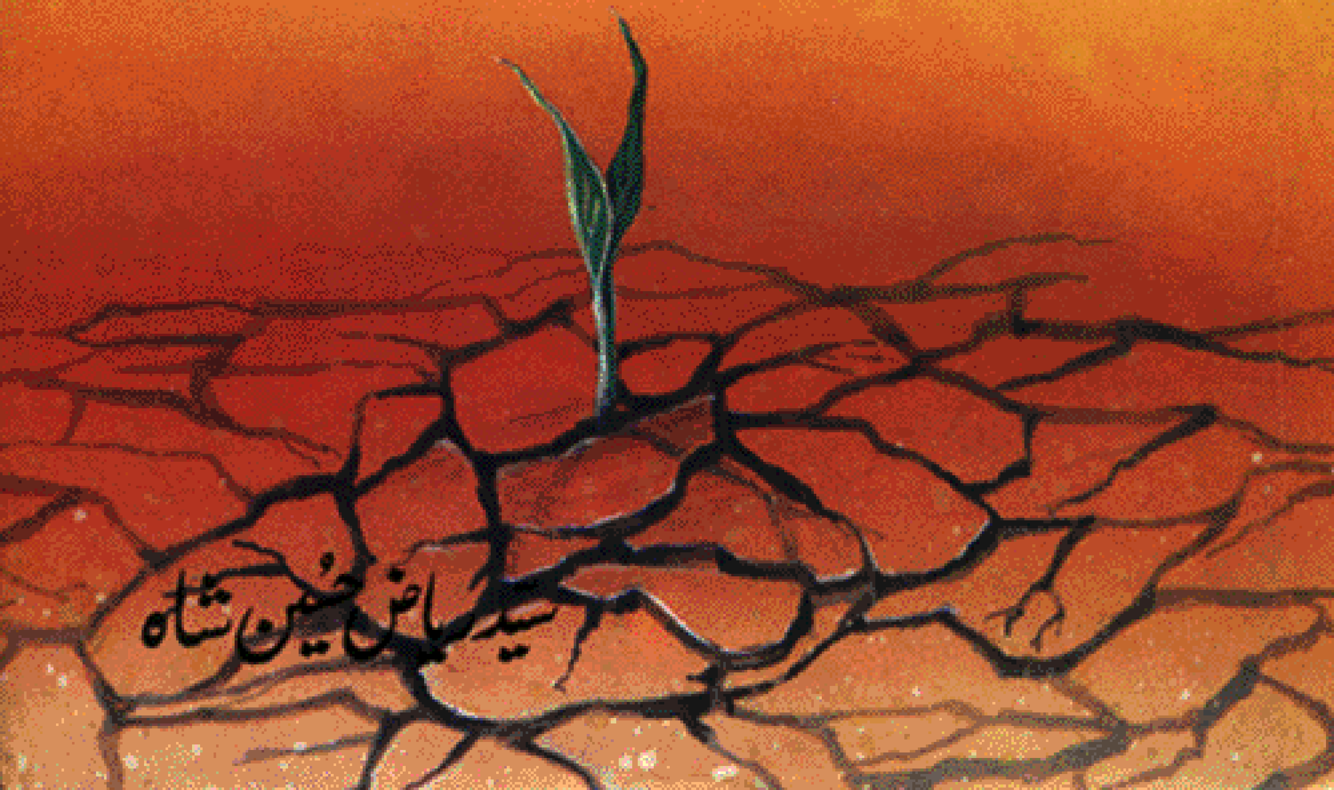

سید ریاض حسین شاہ

صبح زندگی

سید ریاض حسین شاہ

ریاض القرآن پبلی کیشنز
میاں چیمبرز ٹیمپل روڈ لاہور۔

فہرست

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ
1-	قم باذن اللہ	04
2-	آبروئے ما ز نام مصطفٰے است	08
3-	احیائے دین یا احیائے نفس	16
4-	مصطفوی انقلاب (ایک ضرورت، ایک تقاضا)	24
5-	کاروان زندگی	45
6-	وہ جو بیچتے تھے دوائے دل	51
7-	نعت کیا ہے؟	60
8-	وہ جس نے جماعت کو چھوڑا	67
9-	فکر بنات	74
10	نشان منزل	92
11-	میرے کشور ناز	95
12-	نغمہ حق	101
13-	سلامتی کی راہیں	107
14-	زندہ رہنے کی اک یہی تدبیر ہے	113

سجدہ قلم

''صبح زندگی'' زندگی کی جستجو رکھنے والے ایک ذہن کی حقیر سی کوشش ہے۔حروف اور الفاظ ڈوبنے والی قوموں کو موت کی سسکیوں سے اگر بچا نہیں سکتے تو بھی سکوت مرگ طاری ہونے سے پہلے غمرات کرب کی عکاسی ضرور کر سکتے ہیں۔

''ملت اسلامیہ'' مادی عروج کی راہوں میں اخلاقی اور روحانی زوال کی جن حیات سوز اور مہیب تاریکیوں میں ڈوبتی جا رہی ہے اسے اس کا ماضی ،اس کی تاریخ اور اس کے اسلاف زندگی کی طرف واپس لوٹنے کے لئے آواز دے رہے ہیں۔یہی آواز حیات جاوداں کی ایک تڑپ بن کر، ایک کسک ہو کر اور ایک درد کا روپ دھار کر'' صبح زندگی'' کے اوراق پر بکھری پڑی ہے۔کتاب کے مولف کو دعویٰ ہے نہ عالم ہونے کا، نہ فاضل ہونے کا اور نہ دانشور ہونے کا۔وہ اُمی ہے اور سب مسلمانوں سے اپنے آپ کو کمتر تصور کرتا ہے۔اسے لکھنے کا سلیقہ ہے نہ بولنے کا لیکن پھر بھی مجذوبوں کی طرح بولتا جا رہا ہے، لکھتا جا رہا ہے اور کہتا جا رہا ہے،شاید کوئی صدا منزل رسا ثابت ہو،شاید کوئی آواز دلوں سے جا ٹکرائے، شاید کوئی رحمتوں کا جھونکا شعلہ عشق کو بھڑکا دے اور شاید کوئی دعوت مسیحائی کر جائے اور ملت اسلامیہ کے آسمان فکر و عمل پر زندگی کی کوئی صبح بکھر جائے اور حیات نو کا پیغام لئے کوئی سورج ابھر جائے۔

پڑھنے والو، لکھنے والے کو نہ دیکھنا، لکھے گئے میں غور و فکر کر کے راز دروں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ہاں اگر کبھی منزل کا سراغ مل جائے تو'' صبح زندگی'' کے حروف سے محبتوں کے اس پیامی کے لئے دعا فرما دینا۔اللہ عزوجل اس کی خطائیں معاف کر دے اور اس کاروان محبت کا ساتھی بنا دے جس کی منزل محض رضائے مولا ہو۔

عفو پروردگار کا طالب

سید ریاض حسین شاہ عفی عنہ

اتفاق مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور

قم باذن اللہ

مسلمان کے دورِ عروج میں اسلامیانِ عالم کی مساعئ جمیلہ، علمی کارناموں، فکری جولانیوں، علمی کاوشوں اور ذہنی کاہشوں کا کوئی نہ کوئی مرکز رہا۔ ایسا مرکز جس نے اسلام کی ترقی اور ترویج کے لئے دوررس منصوبہ بندیوں کی بنیاد فراہم کی ہو۔ ایسا مرکز جس نے ''دین حق اسلام'' کی حفاظت کے لئے قلعہ کا کام دیا۔ مکہ مکرمہ ہو یا مدینہ منورہ، بغداد ہو یا قاہرہ، بخارا ہو یا سمرقند، وسط ایران ہو یا ترکستان، دلی ہو یا لاہور، ایک دور ایسا تھا کہ افکار و اعمال اور تحاریک و حرکات کے یہ عظیم مراکز اسلام کے عروج کی علامتیں تھیں، ان شہروں کے نظریاتی اور جہادی مورچوں میں بیٹھنے والے مصطفوی سپاہی دنیا میں ہونے والے حادثات، کفر و طاغوت کی چالبازیوں، منافقین اور ''مفسدین فی الارض'' کے مکروفریب کو اچھی طرح جانتے تھے۔ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور نورخیز میں مسلمانوں کی ذہنی استعداد، فکری صلاحیت، عملی حقیقت، تحریکی درد، تنظیمی شعور، انفرادی کردار، اجتماعی سوچ، عمرانی احساس، معاشرتی فہم، نفسیاتی اسلوب، عقلی استدلال اور والہانہ عشق کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ مسلمانوں کے پاس رازی و غزالی کے ذہن، جیلانی و بصری کے تقوے، ایوبی قاسم کی تلواریں، ابوحنیفہ و باقر کی بصیرتیں، خواجہ غریب نواز و امام ربانی کی تبلیغی حکمتیں، حسین و رضا کا عشق، قرطبی و اندلسی کی نکتہ سنجیاں، بخاری و مسلم کی احتیاطیں، بہلول و منصور کے جذبے، رومی و جامی کے نالے، سیوطی و سمرقندی کی قلم کاریاں سب کچھ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میدانِ جہاد سے لے کر صفحۂ ذہن تک مسلمانوں کی تاریخ قرآن مجید کی اس آیہ کریمہ کی صدائے بازگشت بن کر زمان و مکاں کی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳ (التوبہ:33)

’’وہی ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ اُسے تمام دینوں پر ہر طرح سے غلبہ عطا فرمادے اگرچہ مشرک اسے ناگوار سمجھتے رہیں‘‘۔

حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ تاریخ دھوپ کا میدان بن گئی۔ادب کی مسرور آفرین صحبتیں روٹھ گئیں، تزکیہ واحسان کی عبرت پرور شامیں گریزاں ہوگئیں، مسلمانوں کے ریاستی وجود سایوں کی طرح لپٹنے سمٹنے لگے، ایوان شاہی کی پیشانیاں کفر کے جھومر سے آراستہ ہونے لگیں، علماء کی حکمتیں بدل گئیں، مشائخ کے مقاصد تبدیل ہوگئے، قلم کاروں کے جذبے تھک گئے، ادیب ستانے کی ضرورت محسوس کرنے لگے، محبتیں بیزار ہوئیں اور نفرتیں پلنے لگیں، سنجیدگیاں ختم ہوئیں اور عیاشیاں دم سرور لینے لگیں، قرآن مجید نے گویا اس حالت زار وزبوں کا نقشہ کھینچا۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (الروم:21)

’’خشکیوں اور دریاؤں میں فساد پھیل گیا لوگوں کی دست کمائیوں کی وجہ سے تاکہ وہ مزہ چکھائے لوگوں کے کرتوتوں پر ممکن ہے وہ باز آجائیں‘‘۔

ان حالات میں مسلمانوں کی ترقی اور عروج کا تقدیر بدل منہاج یہ ہے کہ وہ انفرادی سوچوں کے تاریخ سوز خولوں سے باہر نکلیں اور اجتماعی شیرازہ بندی کا اہتمام کریں اور خیر اُمت ہونے کے ناطے اپنی تبلیغ اور ’’دعوت الی اللہ‘‘ کی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔اُمت مسلمہ کا اس وقت سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ’’دین حق‘‘ کے تبلیغی اور دعوتی تصورات نہ صرف ادھورے ہیں بلکہ منہاج نبوت سے ہٹے ہوئے بھی ہیں۔مسلمانوں کی جمیع دینی کوششیں زیادہ سے زیادہ اصلاحی جذبوں کے اردگرد گھومتی ہیں، اگر مسلمانوں کے سامنے اس وقت یہ سوال رکھ دیا جائے کہ وہ کون سے حالات تھے اور وہ کون سی وجوہات اور صلاحیتیں تھیں جن کی برکت سے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر لاکھوں ہندو مسلمان ہوگئے۔انڈونیشیا میں سید یمنی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر چار دہائی لاکھ لوگ اسلام قبول کرنے والے بن گئے۔سندھ میں سید

جلال محمود مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کشمیر میں سید ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوتی سرگرمیوں کے نتیجہ میں اسلام کا فیضان عام ہوا۔ آج کیا وجہ ہے کہ اس رفتار سے دنیائے کفر اسلام کی طرف رغبت کا سفر شروع کرنے سے محروم ہے۔ کیا ان کی محرومیوں اور شقاوتوں کی وجہ صرف ان کی تقدیر ہے؟ یا پھر مسلمانوں پر بھی اس کی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہماری ضرورت آج یہ ہے کہ ہم اپنے ان ہی اکابر صوفیاء کے نقش قدم پر چلیں جنہوں نے ظالم اور خونخوار چنگیز اور ہلاکو کی اولاد کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا نشانہ بنایا جس کے نتیجہ میں امیر تیمور ایسے لوگ مسلمان ہو گئے۔ یہ سوچنے میں آخر قباحت کیا ہے کہ ظالم "بش" کی معنوی اور حقیقی اولاد اور ذریت اگر مسلمان ہو جائے تو آج کا غلط اور نجس امریکہ کل کا گہوارہ اسلام بھی ثابت ہو سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ مسلمان حکمت سے دعوت الی اللہ کا کام شروع کریں اور خصوصاً مسلم ریاستیں دلچسپی لیں اور اپنی صلاحیتیں کافروں کو قتل کرنے پر کھپانے کی بجائے انہیں مسلمان کرنے پر صرف کریں۔ کروڑوں ڈالر جو اس وقت سعودیہ، ایران اور لیبیا ایسی ریاستیں فرقہ ورانہ کاموں پر ضائع کرتی ہیں اسلام کے غلبہ اور مسلمانوں کی بحالی آبرو پر صرف کریں۔ ہمارے خیال میں امریکہ کے "نیو ورلڈ آرڈر کو ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کے پاس اس سے زیادہ موثر کوئی دوسرا اسلحہ نہیں ہو سکتا، خصوصاً جب کہ کیمونزم اپنی موت آپ مر رہا ہے۔ مشرق میں خدائی کے دعویداروں کے بت پاش پاش ہو رہے ہیں اور لینن کے مجسمے گلیوں میں پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں۔ مسلمان ایک عظیم اور ناقابل شکست قوت بننے کی سوچ سکتے ہیں اور "امامت انسانیت" کا تاج خسروی "بش" کے سر سے نوچ کر کسی غلام مصطفیٰ کے سر پر آراستہ کر سکتے ہیں لیکن یہ عظیم راہ جہاد اختیار کرنے کے لئے ہم کسے آواز دیں۔

علماء کو---------!

مشائخ کو---------!

شعراء کو---------!

عوام کو---------!

خواص کو۔۔۔۔۔۔۔۔!

یا پھر حکمرانوں کو اور سیاست دانوں کو۔۔۔۔۔۔۔۔!

بہتر ہوگا کہ ہم آواز دیں

سوئے ضمیروں کو

مردہ روحوں کو

بے جان تنوں کو

بے حس وجودوں کو

قم باذن اللہ

قم باذن اللہ

اٹھو اللہ کے حکم سے چاک دو پردے منافقت کے اور قول و فعل میں تضاد کے

اور ہو جاؤ برسر پیکار کفر اور طاغوت کے خلاف' اگر ایسا کرلو تو پھر

اللہ بھی تمہارے ساتھ ہوگا!

رسول ﷺ بھی تمھارے ساتھ ہوں گے

اور زمین و زمان کی سب مخفی قوتیں تمھاری حامی و ناصر ہوں گی

اے اللہ ایمان کی حرارت دے دے

اے اللہ اسلام کے جذبے دے دے

اے اللہ احسان کے ولولے دے دے

دے دے مولا دے دے

آمین بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیه و اله و اصحابه و امته اجمعین

☆☆☆

آبروئے ما از نام مصطفےٰ است

ہر دور کے مسائل کا جلی عنوان انسان اور اس کی ذہنی اور روحانی بے چینی ہوتی ہے اور ہر بے چینی فکری افلاس، ذہنی انتشار، عملی بے اعتدالی، تمدنی بحران اور معاشی ناپائیداری کا نتیجہ ہوتی ہے۔ زندگی کے ان بے ترتیب پرزوں میں توازن آفرینی کے لئے مذہب بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ عام طور پر الہامی نظریئے معاشرے میں فعال کردار ادا کریں تو انسان سکھ کا سانس لے سکتا ہے، وگرنہ نفسانی سوچیں جب مذہب بن جاتی ہیں تو معاشرہ انسانیت کے لئے سولی کا تختہ بن جاتا ہے جہاں ہر آن اور ہر لحظہ انسان موت کے گھاٹ اترتے رہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے اور ہر گمراہی آتش جہنم تک جا پہنچاتی ہے''

حق کی قدریں متعین اور یکساں ہوتی ہیں۔ ان کا بیان اسلوب متفاوت ہو سکتا ہے لیکن نظری مرکز ایک ہی ہوتا ہے اور ایک ہی رہتا ہے، ادوار مختلف ہو سکتے ہیں لیکن حق اور سچ کا محور ایک ہی ہوتا ہے اور ایک ہی رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل حق اور اہل صدق ہر زمانہ میں اور ہر دور میں کسی ایک ہی سوچ کو قوت دیتے ہیں اور ایک ہی نکتہ پر جمع رہتے ہیں۔ فکری انتشار اہل صدق اور اہل حق سے دور رہتا ہے۔ وہ جہاں بھی ہوں، جدھر بھی ہوں اور جیسے بھی ہوں اُمت واحدہ ہوتے ہیں۔ ان کے لباس بدل سکتے ہیں-------- ان کے پیکر بدل سکتے ہیں-------- ان کے مظاہر مختلف ہو سکتے ہیں-------- ان کی شخصیات متنوع ہو سکتی ہیں۔۔۔ ان کی جہتیں متعدد ہو سکتی ہیں لیکن ان سب کی روحیں، ان سب کے دل، ان سب کے مقصد، ان سب کے ضمیر اور ان سب کے باطن کسی ایک ہی چیز کو اٹھانے اور قائم کرنے میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ جب تک وہ سچائی پر رہتے ہیں ایک ہی رہتے ہیں جب وہ ایک نہ رہیں تو سمجھ لو کہ شیطان کے جمالیاتی فریب

نے اپنا کام دکھا دیا ہے، پھر ہر شخص ایک مذہب گھڑتا ہے، ہر فرد ایک مسلک بناتا ہے، ہر ذہن ایک مکتب قائم کرتا ہے، پھر لاکھوں ذہنوں کے لاکھ مذہب۔۔۔کروڑ افراد کے کروڑ مسلک، جتنے نفس اتنی سوچیں۔۔۔جتنے ذہن اتنے افکار

ٹولے ہی ٹولے

فرقے ہی فرقے

جھگڑا ہی جھگڑا

زحمت ہی زحمت

ہر نفس مصیبت--------ہر فرد کلفت--------ہر ذہن آتش--------ہر سوچ جہنم--------بندے آتش پا--------افراد سیخ پا--------جماعتیں چراغ پا--------تنظیمیں دوزخ رسا

رسول اکرم واطہر ﷺ نے کتنا اچھا فرمایا:

''شریرترین کام وہ ہوتے ہیں جو گھڑ لئے جاتے ہیں''۔

دل ایک ہوں تو محبت کے سوتے پھوٹتے ہیں--------چاہتوں کے چہرے فیض بانٹتے ہیں--------پیار کے دریا رواں ہوتے ہیں--------ہمدردی کے سمندر موجزن ہوتے ہیں اور جب دل ٹوٹ جائیں، ذہن بکھر جاتے ہیں اور جب ذہن بکھر جائیں فیصلے منتشر ہوتے ہیں اور جب فیصلے منتشر ہو جائیں پھر وحشتیں اپنا کام دکھاتی ہیں، پھر اور تو اور مذہبی لوگ بھی شر سوزی سے زیادہ خیر سوزی کو وظیفہ زندگی بنا لیتے ہیں۔ مسلمانوں کی زندگی میں یہ نازک لمحہ ہوتا ہے جب ان کی گلیوں میں بندوق و خنجر، تخریب و فساد کے دھوئیں جنم دیتے ہیں--------عوام عوام کے گلے کاٹتے ہیں--------خواص خواص کو لوٹتے ہیں --------مولوی مولویوں کو ڈستے ہیں--------پیر پیروں کو کھاتے ہیں--------صحافی صحافیوں کو نگلتے ہیں--------زمین دار زمین داروں پر برستے ہیں--------تاجر تاجروں کو داؤ پر لگاتے ہیں--------غریب غریبوں

کو لوٹتے ہیں-------- آئین آئین سے پنجہ آزما ہوتا ہے-------- قانون قانون سے گریزاں ہوتا ہے۔

ارادوں کی دنیا میں زلزلہ!

خواہشوں کی دنیا میں قیامت!

فیصلوں کے جہاں میں بھونچال!

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ!

ایسے میں کوئی نمرود بادشاہی کے بہانے "خدائی" کی مسند بچھالیتا ہے------ کوئی فرعون کندھے پہ تربوز اٹھائے تربوز فروشی کے بہانے بساط معبود پر جا دوڑتا ہے------ کوئی یزید حیلہ گری کے خنجروں سے تمدن کی شرمندگی بن جاتا ہے------ کوئی ہامان خدمت کے بہانے انسانوں کو انسانوں سے لڑواتا ہے------ کوئی شداد نفس رانی کے لئے اپنی ہی ایسی مخلوق کے لئے جنت و دوزخ کے پندار کھڑے کر دیتا ہے------ کوئی جعفر و صادق چپکے سے ملت کی پیٹھ میں چھرا گھونپتا ہے------ کوئی ایسٹ انڈیا کمپنی دھیرے دھیرے ریاستوں کی رانی بن جاتی ہے۔ ایسے میں خیر کی توقع کیوں رکھی جائے۔ یہ سارا فیضان محض ایک دین نہ رہنے کی بنا پر ہوتا ہے۔ اب چاہو تو

مکاتب چھوڑ کر مکتب اپنا لو

مسالک چھوڑ کر مسلک اپنا لو

افکار چھوڑ کر فکر اپنا لو

مذاہب چھوڑ کر مذہب اپنا لو

ادیان چھوڑ کر دین اپنا لو

محض دین-------- محض اسلام-------- محض غلامی رسول-------- محض عشق رسول اس لئے کہ

آبروئے ما زنام مصطفٰے است

اس لئے کہ

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:19)

اگر یہ اساس نہ رہے تو مر جاؤ گے، مٹ جاؤ گے، ختم ہو جاؤ گے، تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں، تم فنا کی نیند سو جاؤ گے، یقین کر لو اللہ کا عذاب تمہیں مار مکائے گا۔

اب تمہاری مرضی

لڑ لو--------جھگڑ لو

دورخ ہو جاؤ--------منافق بن جاؤ

کاٹو ایک دوسرے کو--------مارو ایک دوسرے کو

اڑادو بموں کے ساتھ سب کچھ--------جلا دو آگ میں جو بھی ہے-------- کر لو فنا جتنے بھی کر سکو-------- لکھ لو ایک دوسرے کے خلاف سبھی کے سبھی

دھماکے کرو

اندھیرے بانٹو

گولیاں چلاؤ

خنجر مارو

آگ اگلو

زہر گھولو

سازشیں کرو

نفاق پھیلاؤ

بکو بیچو

عاشق بنو حرص و ہوا کے اس لئے کہ اگر تم نے فیصلہ کر لیا ہے مٹنے کا، مرنے کا--------سو گالیاں بکو------فحاشی مچاؤ------عصمتیں توڑو------چادریں کھینچو------عفتیں

نوچو ــــــــ اس لئے کہ تمہارا عزم بالجزم ہے۔ ورلڈ کپ جیتنے کا تو جیت لو۔ یہ بھی ایک ڈھنگ ہے جیتنے کا۔ اچھا ہوا کام تو ہوا کیا ہوا جو بدنام ہوئے ــــــــ

میری قوم کے تاریخ ساز یا تاریخ سوز ---------

وارثو!

اب تمھیں کوئی منصوبہ بندی نہیں بچا سکتی ---------

اب تم قرضے کے پیسوں سے اپنی اقتصادی حالت کو سنبھالا نہیں دے سکتے ---------

اب تم دفاعی بجٹ بڑھا کر منتشر دلوں میں بہادری کے جذبے پیدا نہیں کر سکتے ---------

اب تم ساز باز کی خارجہ پالیسی سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ---------

اب تم قانون کی خوبصورت کتابیں چھاپنے سے انصاف و عدالت کی فضا میں اعتماد بحال نہیں کر سکتے ---------

اب تم صنعتیں لگا کر کام چور مزدوروں سے محنت کا تقدس نہیں حاصل کر سکتے ---------

اب تم اپنی شش روسڑکوں پر بددیانت قوم کے منحوس لاشوں کو کھینچنے میں کامگار نہیں ہو سکتے ---------

اب تم رشوت خور پولیس کی نفری بڑھا کر انسانی زندگیوں کی لہلہاتی فصل کی حفاظت نہیں کر سکتے ---------

اب تم عفت سوز تھانوں میں وردی پوش ریچھ بٹھا کر عصمتوں کے نگینے بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ---------

اگر یہ حقائق مسلمہ ہیں تو پھر یہ فیصلہ کیجئے کہ رحمتوں کو ہمارا استقبال کرنا چاہیئے یا عذاب کی تعزیریں قائم ہونی چاہئیں اس لئے کہ تمھارا ذہن ایک قوم کا نہیں کئی قوموں کا بن چکا ہے۔

اس لئے کہ تم ایک جماعت نہیں کئی فرقوں میں بٹ چکے ہو ---------

اس لئے کہ تم مومن نہیں دورخ منافق ہوتے جارہے ہو--------

اس لئے کہ تمھارے رہبر جوڑنے سے زیادہ توڑنے کی باتیں کرتے ہیں--------

اس لئے کہ تمھارا ادب روشنیوں سے زیادہ تاریکیاں بانٹتا ہے--------

اس لئے کہ تمھارا محراب زندگی سے زیادہ موت کا درس دیتا ہے اور اس لئے بھی کہ تم ظاہر کو خوب سجانے کے قائل ہوتے جارہے ہو اور باطن سے بے خبر ہونے پر تلے ہوئے ہو--------

یاد رکھو!

ایک قانون

ایک کلیہ

ایک ضابطہ

اور ایک قطعی بات

اور ایک اٹل فیصلہ

غافل نہ ہو زندگی کے اس نچوڑ سے کہ

شاہراہ حیات پر کامیابی سے صرف وہی قومیں گامزن رہ سکتی ہیں جو یقین محکم رکھتی ہوں-------- سچی ہوں-------- امانت دار ہوں-------- محنتی ہوں-------- خودی اور عزت نفس ان کا شعار ہو اور یہی سچی باتیں اسلام ہمیں سکھلاتا ہے۔ جو قومیں اس نور سے محروم ہو جاتی ہیں وہ کب مسلمان کہلا سکتی ہیں۔ اب ہمیں ٹھنڈے دل سے اپنے ضمیر کے آگے یہ سوال رکھنا ہوگا کیا ہم "یقین محکم" کی دولت رکھتے ہیں؟ کیا ہم اپنی نجی زندگی اور اجتماعی زندگی میں سچے ہیں؟ کیا ہم اپنے اپنے دائرہ عمل میں امانت دار ہیں؟ کیا ہم محنت کر کے اپنی قوم کو کچھ دے رہے ہیں؟ اور پھر یہ کہ ایک مسلمان کی حیثیت میں ہماری خودی محفوظ ہے؟

تمہیں عادت تو نہیں کہ دلجمعی سے کوئی بات سن لو لیکن سن لو اس لئے کہ یہ بات اپنی نہیں تمھارے ہمارے مولا کی ہے اور یہ سننی ہی چاہیئے۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ۝١ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝٢ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ
اَخْلَدَهٗ ۝٣ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝٤ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝٥ نَارُ
اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝٦ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝٧ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝٨ فِيْ
عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝٩ (سورہ الھمزہ)

''بربادی ہے ہراُس شخص کے لئے جوروبروعیب جوئی کرے اور پیٹھ پیچھے بدی کرے

ایسا شخص جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھا

وہ گمان یہ کرتا ہے کہ اُس کا مال اُس کی بقا کا سبب بن جائے گا

ہرگز نہیں وہ بکھیر کر رکھ دینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا

تم کیا جانو کہ وہ بکھیر کر رکھ دینے والی چیز کیا ہے

وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے

وہ آگ جو دلوں پر جا چڑھے گی

یقیناً وہ اُن پر بند کر دی جائے گی

وہ یوں پھیلے گی جیسے لمبے لمبے ستون ہوتے ہیں''۔

عذاب خدا سے بچنے کا طریقہ بس ایک ہی ہے

اس کے بن جاؤ

اس کے رسول کے ہو جاؤ

بندگی کرو، غلامی کرو

مٹو تو کسی کے لئے اور رہو تو کسی کی وجہ سے

یا پھر نفسیاتی سکون کا ایک اور راستہ ہے

قوم کو بیچ کر کھیل میں مشغول ہو جائیں عالمی سطح پر سیر کریں-------- تفریح منائیں

چاند اور ستاروں تک-------- عمرے کریں-------- حج کریں-------- مدینے پھریں اور

مکہ جائیں تا کہ دنیا میں ہر دیکھنے والا دیکھے کہ

یہ ہیں زندگی دفنانے والے

یہ ہیں قوم کو زندہ درگور کرنے والے

یہ ہیں ملت کا جنازہ اٹھانے والے

اتنے مقدس

کہ آؤ مل کر ان کی ہم زیارت کریں

تالیاں پیٹیں اور پھر

تالیوں میں ہاتھ چومیں

ہاتھ چومیں اور پھر دستار بندی کریں

اور شہنائیاں بجیں اور پھر طبلوں کی تھپک-------نغموں کی کھنک اور سارنگیوں کی کیں کیں میں مٹنے والی قوم کی بارات سج دھج سے نکلے------عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے------

آؤ!

پھر لوٹ آؤ خدائی راہوں سے بھاگنے والو عزت وافتخار سے رہنا سیکھو خواہ بھوکا ہی رہنا پڑے

جگ جگ کے جیو

جی جی کے ابھرو

جم جم کے بسو

بڑھ بڑھ کے رہو

تمہارا جینا--------تمہارا ابھرنا دین کے سائے میں بذات خود زندوں ہی کی نہیں زندگی کی بھی ضرورت ہے---------

☆☆☆

احیائے دین یا احیائے نفس

عالم اسلام میں احیائے دین اور تجدید کے ہنگامے زوروں پر ہیں۔ اس موقع پر یہ سوچ ہرگز فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ فیصلہ کرلیا جائے کہ اسلام مردہ ہے؟ یا اُمت مسلمہ؟ تجدید اور احیاء کی ضرورت ظاہر ہے وہاں ہوگی جہاں زندگی کی حرارت نہ ہوگی اور جمود وزہول نے حرکت و کار کو معطل کر دیا ہوگا ------ شاید ہماری اس بحث سے ناگواری بھی جنم لے لیکن غور و فکر کر لینے میں آخر قباحت کیا ہے؟

اسلام ایک ٹھوس نظریہ ہے ------ زندگی کی ایک محکم اساس ہے ------ عمل کا ایک مضبوط لائحہ ہے ------ انقلاب کی ایک مؤثر تحریک ہے ------ تعمیر کا ایک حرکی ذریعہ ہے اور فطرت کی ایک اٹل دعوت ہے ------ زندگی اسلام سے عبارت ہے ------ حیات اس کی عطا ہے ------ حرارت اس کا فیضان ہے ------ حسن اس کی بہار ہے ------ لطافت اس کی عادت ہے ------ توازن اس کی معرفت ہے ------ تناسب اس کی جھلک ہے ------ نور اس کا رنگ ہے ------ امن اس کی پہچان ہے ------ امانت اس کی برہان ہے ------ سلامتی اس کی عادت ہے ------ سکون اس کا منشور ہے ------ اس سے بنا جا سکتا ہے لیکن اسے بنایا نہیں جا سکتا ------ اس سے زندہ ہوا جا سکتا ہے لیکن اسے زندہ نہیں کیا جا سکتا ------ سچائیاں نہیں مرا کرتیں، سچائیاں قبول نہ کرنے والے دماغ مردہ ہوا کرتے ہیں ------ اسلام نہ صرف زندہ ہے بلکہ زندگی نواز بھی ہے ------ یہ نہ صرف موجود ہے بلکہ وجود بخش بھی ہے ------ کائنات کی کنہ اور وجود کے ہر رنگ میں اس کا فیضان بٹ رہا ہے ------ ہاں یہ ضرور ہے کہ زندہ اسلام کو ماننے والے مردہ مسلمان حقیقتاً مرکز ملت سے ہٹ چکے

ہیں-------- آج حالت یہ ہے کہ --------لوگ سوچتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ انسانی سطح پر کوئی اصلاحی انقلاب بپا ہو بلکہ اس لئے کہ لوگ انہیں مفکر کہیں-------- تنظیمیں بنتی ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ ملی سطح پر نظم وضبط سے قوم کا مقدر جاگ اٹھے بلکہ اس لئے کہ شہرت کے جذبوں کو تسکین حاصل ہو-------- وعظ وتدریس اور تفسیر وحدیث کے جام لٹتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ نورخدا سے اندھیرے ضمیر اور کالے دل روشن ہوں بلکہ اس لئے کہ شیوخ کے لقب القاب کی فہرست طویل ہو جائے-------- تحریکیں اٹھتی ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ قومی سطح پر بیداری آئے بلکہ اس لئے کہ ''نیوز البم'' (News Album) خبروں سے بھر جائے-------- مسجدیں بنتی ہیں اور مینار اونچے ہوتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ تعمیر ملت اور تشکیل سیرت کے مرکز بنیں بلکہ اس لئے کہ ''مسجد ریس'' میں کہیں ہار نہ ہو جائے-------- گلی گلی، کوچہ کوچہ دینی لٹریچر تقسیم کئے جاتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ قوم کے دل جڑ جائیں بلکہ اس لئے کہ تشتت اور فرقہ واریت کی فضا جل اٹھے۔

دوستو! جدت وتجدید اور ریا ورسم نے طوفاں کی صورت اختیار کر لی کہ پہلے پہل تو صدیوں بعد کوئی ایک مجدد پیدا ہوتا جس کے دم قدم سے بہاریں نور بانٹتیں، لیکن یہ دور اور یہ زمانہ کہ قدم قدم مجدد، گلی گلی مفکر، بستی بستی مجتہد، نگر نگر اعلیٰ حضرت، محلّہ محلّہ حکیم الامت، روش روش جی حضور اور لحمہ لحمہ قطب الاقطاب اور شیخ المشائخ لیکن ملت وقوم جیسے بیسوا حالات کے بے رحم ہاتھوں ذلیل و رسوا ہو رہی ہو۔

صاحبو! آج کس چیز کی کمی ہے------ عبادتیں ہیں------ ریاضتیں ہیں اور دعائیں ہیں------ خانقاہوں میں------ محرابوں میں------ مسجدوں میں اور مزارات پر------ خوب اور خوب گریہ زاری، آہ وفغاں، نالہ دل------ کسک بلب اور آہ نیم شب------ دامن گیر، گرفتگان پیر اور رسم اسیر، بعض کہتے ہیں فلاں اجتماع میں حضرت نے دعا کی تو آسمان کا کلیجہ بھی پھٹنے لگا------ بعض کہتے ہیں کہ ہمارے مرکز میں بیس لاکھ کا اجتماع ہوا کیا

کہیں لطف ومزہ دعاؤں کا ــــــ لیلۃ القدر باشی کرنی ہو تو سبحان اللہ، نور و سرور جو فقیروں کے ڈیرے ہوتا ہے نہ پوچھیے اس کی لطافت، یہ مزے تو لوگوں نے غوث پاک کے زمانہ میں بھی نہ دیکھے ہوں گے ــــــ حرم کا آنگن ــــــ کعبہ کا پیٹ ــــــ حجاز کی دھرتی ــــــ عرفات کا میدان ــــــ منیٰ کی وادی ــــــ حاجیوں کے طوفان ــــــ نمازیوں کے سجدے دعاؤں سے خالی نہیں، آرزوئیں اور تمنائیں، طلب اور چاہت اور مچلتی سسکیاں، لیکن قوم، ملت، منزل اور مراد، مطلوب اور مقصود، غلبہ اور تسخیر، رضا اور خوشنودی، کہاں اور کدھر؟ قعر مذلت، افلاس ملت، درماندگی فکر اور درماندگی جذب وجنون ــــــ مقصود کدھر؟ غلطی کس کی؟ بگڑا کون اور تعمیر کہاں؟ اے زندگی کچھ تو فہم کے موتی دامن میں ڈال ــــــ تھوڑا سا تو ساتھ دے ــــــ کچھ تو سہارا دے کہ اپنے گلستان میں بہار آئے۔

دوستو!

علم بڑی چیز ہے لیکن علم کی حقیقت وسعت نہیں، ہر دم انقلاب کے میٹھے جذبے ہیں اور انقلاب کی معراج شہرت نہیں، دور رسالت مآب ﷺ کی مہکتی خوشبو سے ہست و انس کی آبادی ہے۔

صاحبو!

تبدیلی ہر دم تبدیلی، انقلاب ــــــ ہر آن انقلاب ـــ مسلمان کا وجود شنذرہ زینت نہیں کہ اسے جھاڑ پھونک کر رکھو اور اسے انسانوں کا مرجع بناؤ جس پر جھنڈے چڑھیں، پھول برسائیں جائیں اور اس کی عبادت کی جائے۔ ہاں مرجع بننے کے لائق انسانیت ہوتی ہے ــــــ آدمیت ہوتی ہے اور خوبصورت اصول ہوتے ہیں، نہ یہ کہ انسان انسان کا خدا بن جائے ــــــ مخلوق مخلوق کو اپنے سامنے جھکائے۔

کتنے عظیم تھے وہ لوگ اور کتنی میٹھی ہیں ان کی باتیں۔ ان کا ذکر ہی نور و سرور کی خیر بانٹتا ہے۔

کون لوگ؟ جنہوں نے نہ تو ولی اللہ کہلانا پسند کیا اور نہ مجدد پکارے گئے، نہ ان کے نام پر

تحقیق ہوئی اور نہ بظاہر انہوں نے احیائے اسلام کا دعویٰ کیا۔

صاحبو! ظرف چھوٹا ہو تو دعوے کثیر ہوتے ہیں، تربیت میں خامی ہو تو زندگی کی اساس محکم اصول نہیں ہوتے بلکہ پریشان خواب، اوہام، فاسد مراقبے اور سفلی حرکتیں، اچھے لوگوں کو دیوانہ بنا دیتی ہیں اور شہرت کے مجنوں آخر ملت کا سفینہ ڈبو کر رکھ دیتے ہیں۔

حضرت چراغ دہلوی فرمایا کرتے تھے:

مسلماناں مسلماناں مسلمانی مسلمانی

ازیں آئین بے ادباں پشیمانی پشیمانی

ہمارے دور کے انسان کو سکون چاہیئے، اطمینان چاہیئے، وہ مادیت زدہ ماحول سے تھک چکا ہے، ٹکے اور سکے اس کی روح کو خوش نہیں کر سکتے۔ تہذیب وتمدن کے عیش کوش بانی اس کے ضمیر کو مطمئن نہیں کر سکتے-------- اسے اپنے رب کی تلاش ہے، وہ اپنے محبوب خدا کے جلوے دیکھنا چاہتا ہے-------- وہ سمجھتا ہے کہ حقیقی خوشی فانی پر فنا ہونا نہیں باقی کے لئے مرمٹنا ہے--------

دیکھو اس کی جستجو کہ وہ خالق حقیقی کی تلاش میں سرگرداں نظر آتا ہے--------!!

مبارک جذبے--------!!!

عظیم امنگیں--------!!!

خوبصورت طلب--------!!!

تقدیر بدل سفر--------!!!

چلنے والو! ڈھونڈنے والو! ذرا سنبھل کر چلنا-------- اکثر ایسے ہوتا ہے کہ سفر کا آغاز اخلاص سے ہوتا ہے اور اختتام تجارت پر ہوتا ہے-------- دیکھ کر چلنا تمھارے جذبوں کے سوداگر بھی راستے میں بیٹھے ہیں-------- بڑی خوبصورت دوکانیں ہیں-------- چرچ ہیں-------- چیپل ہیں-------- مندر ہیں اور گرجے۔

انسانو! ذرا سنبھل کر چلنا اور سوچ کر بڑھنا مذہب کے گرو تمہیں پتھر کے سلیں سمجھتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ تمہیں اندھیرے میں رکھ کر خود تمھارے خدا بن جائیں۔ تم خدا کا پتہ ڈھونڈتے ہو یہ اپنا پتہ بتاتے ہیں، تم رحمٰن کی رحمتوں کے طالب ہو اور یہ شیطان کی سرکشیوں کے متوالے ہیں، تمھاری غرض ہے کہ اللہ ہی کا ذکر ہوتا رہے اور یہ چاہتے ہیں کہ انہی کی خوشامد ہوتی رہے، تمہاری خواہش ہے کہ کہیں مطلوب کا گھر مل جائے جس کا طواف کریں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ تم انہی کے گرداگرد چکر کاٹتے رہو---------!!

اے کاش کہ تمہیں اسلام کے سچے خادم رہنمائی کے لئے مل جاتے، جو رسم و رواج کے پندار ختم کر دیتے اور بدعات وخرافات کی رسیاں کاٹ دیتے۔ جن کی غرض ایک دوسرے کے گریباں پھاڑنا نہ ہوتی بلکہ بھٹکے انسانوں کو محبوب تک پہنچانا ہوتا۔ ایسے لوگوں کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ

بے لوث ہوتے ہیں

بے غرض ہوتے ہیں

باوفا ہوتے ہیں

اور باخدا ہوتے ہیں

سیم وزران کا مقصد نہیں ہوتا، خوشامد اور شہرت پر وہ خوش نہیں ہوتے، ان کی سوچ تاریخ سازی نہیں ہوتی بلکہ دل سازی ہوتی ہے۔ وہ بندہ خدا ہوتے ہیں۔ آزادی اور حریت ان کی بہترین عادات ہوتی ہیں۔ ریاکاری کا وہاں تصور بھی نہیں ہوتا۔ خدا ان کے لئے ہوتا ہے اور وہ خدا کے لئے ہوتے ہیں۔ ایسے نہیں کہ یہ لوگ ہوتے ہی نہیں

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

جلال محمود مکی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

ایسے ان گنت لوگ انسانیت کی خدمت سچائیوں اور اخلاص ہی کی بنیاد پر کر گئے--------!!

ایک اور نکتہ جس کا سمجھ لینا ضروری ہے اور دینی کام کرنے والوں کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے--------!! وہ یہ کہ دینی خدمتگار جب اللہ کا نام لے کر میدان عمل میں کودتا ہے تو محبت کا پیدا ہو جانا ضروری ہوتا ہے۔ لوگ اللہ کا نور ڈھونڈنے اس کے پاس آتے ہیں۔ یہ موقع دعوت دینے والوں کے لئے بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ کچا اور کمزور آدمی سمجھتا ہے کہ شاید یہ سب کچھ میرا کمال ہے، پھر صاحبو! لوگ یہاں پہنچ کر اپنے وجود سے گرفت کھو دیتے ہیں، پھر دعوے ہونے لگتے ہیں--------!!

خوابوں کے--------!!

سلطان ہونے کے--------!!

امام بننے کے--------!!

فقر و ولایت کے--------!!

کشف و کرامت کے--------!!

اور

تجدید اور اجتہاد کے--------!!

استغفر اللہ--------!!

اللہ توبہ پہلے بزرگ تو ان چیزوں کو از حد بُرا سمجھتے تھے

کتنے عظیم لوگ تھے کہ منصور بھی ہوتا تو سولی چڑھا دیتے--------!!

کام کرو، کام کرنا جرم نہیں، جرم تو ریا کاری ہے--------!!

علم حاصل کرو علم حاصل کرنا بدی نہیں بدی تو اپنی ذات کے علاوہ سب کو جاہل سمجھنا ہے--------!!

محنت اٹھاؤ محنت کرنا برائی نہیں برائی تو اللہ کی مخلوق کو دھوکا دینا ہے--------!!

محبت کرو محبت کرنا جنوں نہیں جنوں تو غم انسانیت سے بے حس ہو جانا ہے--------!!

وعظ کرو وعظ کرنا پیشہ نہیں پیشہ تو خوبصورت خیالات کو داموں یا شہرت کے عوض بیچنا ہے--------!!

اطاعت کرو اطاعت کرنا غلامی نہیں غلامی تو ضمیر اور روح کی آواز کو دبا لینا ہے--------!!

اچھے لوگوں کو اچھا سمجھو اچھوں کو اچھا سمجھنا مکروہ نہیں مکروہ تو خوشامد ہے--------!!

نفقۂ زیست حاصل کرو نفقہ حاصل کرنا حرام نہیں حرام تو دولت کی دہلیز پر عقیدوں کا سجدہ ہے--------!!

لکھو لکھنا مذموم نہیں مذموم تو قلم سے نکلنے والے خیالات کی سوداگری ہے--------!!

مزدوری کرو مزدوری کرنا ناجائز نہیں ناجائز تو پیٹ کی ضرورتوں کو مذہب بنا لینا ہے--------!!

پیار کرو کسی سے پیار کرنا ناروا نہیں ناروا تو عصمتوں کے آبگینے توڑ دینا ہے--------!!

پڑھاؤ کسی کو پڑھا دینا نادرست نہیں نادرست تو معصوم ذہنوں کی تخریب ہے--------!!

تجارت کرو تجارت کرنا ناپسندیدہ نہیں ناپسندیدہ تو مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا لینا ہے--------!!

کشادہ ظرف بنو کشادہ ظرف بننا برا نہیں برا تو خیر اور شر کی تمیز اٹھا دینا ہے--------!!

سو، سو لینا منکر نہیں منکر تو اٹھنے کا نام ہی نہ لینا ہے--------!!

دیکھو مناظر قدرت کو مناظر قدرت دیکھنا غلط نہیں غلط تو جاگیرداری کی ہوس ہے--------!!

عزت کرو ہر کہ و مہ کی عزت کرنا برا نہیں برا تو دولت دنیا کے لئے کسی پر خوش ہونا ہے--------!!

خوش ہو خوش ہونا قابل گرفت نہیں قابل گرفت تو کسی کی مصیبت پر ہنسنا ہے--------!!

سوچو سوچنا وقت کا زیاں نہیں وقت کا زیاں تو عبث افکار کی چوکھٹ پر زیست کا ضائع کر دینا ہے--------!!

قوم اور ملت کا بوجھ--------''

ہلکا کرو--------!!!

اور

احمقوں کی جنت میں بسنا چھوڑ دو--------!!

تمہاری اور میری دنیا میں بقول مجدد الف ثانی

چوہے ہلدی کی گانٹھ پر بیٹھ کر پنساری بن گئے ہیں--------!!

نجات صرف ''جہاد فی سبیل اللہ'' میں ہے--------''

☆☆☆

مصطفوی انقلاب

(ایک ضرورت ایک تقاضا)

مصطفوی انقلاب دو لفظوں پر مشتمل ایک ایسی حسین ترکیب ہے جس میں عصر جدید کے سیاسی اور سماجی مسائل کو دیکھنے کے لئے اسوۂ رسول ﷺ تجویز کیا گیا ہے۔ لفظ انقلاب اپنی وضع میں اگرچہ سادہ اور دلچسپ ہے لیکن تاریخی تناظر میں اس سیاسی اصطلاح کا ایک گہرا پس منظر اور طویل تاریخ ہے۔ اطالویوں نے اسے پہلی بار حکومتوں میں تغیر وتبدل کے معنوں میں استعمال کیا اور پھر آہستہ آہستہ مرور وقت کے ساتھ اس کے مفہوم میں خود بخود وسعت آتی گئی۔ علمائے سیاسیات کے نزدیک حکومت میں کسی بھی طرح کی تبدیلی جس سے مقتدرہ کے خدوخال بدل جائیں انقلاب ہے اور آمرانہ ماحول میں پرورش پانے والے مفکرین طاقت یا سازش کے ذریعے حکومتوں میں تبدیلی کو انقلاب سے تعبیر کرتے ہیں۔

قرآن مجید اور لغت عرب میں انقلاب کا مادہ سیدھے اور سادے انداز میں تبدیلی، رجعت اور واپسی وغیرہ کے معانی میں استعمال کیا گیا اس نقطہ نظر سے ہمارے موضوع کی لپیٹ میں مسلمانوں کی اجتماعی حالت، تشریعی بحران، معاشرتی نشیب وفراز، سماجی بے اعتدالیاں، انسانی تہی دامنی، فکری پستیاں، ظلم سامانیاں، جغرافیائی تشنہ کامیاں آتی ہیں جہاں تک رسول اکرم ﷺ کے دور انقلاب کا تعلق ہے تو آپ کا برپا کیا ہوا عظیم انقلاب بحث کے دائروں سے نکلتا ہوا اجماع اور یقینیات کی حدود تک جا پہنچا ہے۔ اب اس پر بحث کی ضرورت نہیں کہ مصطفوی انقلاب کیسا تھا؟ اور اس نے عالم بشریت کی تقدیر کیسے بدلی؟ سماج اور سیاست کے مسائل کس طرح حل کئے۔؟ عصر جدید کا تقاضا یہ ہے کہ مصطفوی انقلاب کے نور سے نئے دور کی جدید ظلمتوں کو بدلا جائے اور جدید دنیا کے نئے فتنے ختم کرنے کا عزم پیدا کیا جائے اور رسول محترم ﷺ کی رحمت

بداماں قیادت سے اکتساب رحمت کرتے ہوئے سلگتے ہوئے مسائل کی آگ بجھائی جائے۔

اس میں کیا شک ہے کہ ہمارا سفینہ ملت بحر یاس میں ہچکولے کھا رہا ہے۔ سیرتیں تشنہ ہیں اور کردار کھوکھلے، عمل بے راہ ہیں اور فکار گم گشتہ۔ حسن مقصد کے دیئے بجھ رہے ہیں، لسانی، فروعی اور علاقائی تعصب کی آگ بھڑک رہی ہے۔ بساط سیاست پر بے کتاب و باقرآن طاغوت مسلط ہیں۔ فقر و مسکنت کی ایمان آزما آندھیاں نئے نئے فتنے جنم دے رہی ہیں، معاشرتی ناہمواریاں نت نئے مسائل پیدا کر رہی ہیں۔ ان حالات میں بدحالی کی آگ کون بجھائے؟ ہدف زندگی کی تڑپ کس طرح پیدا ہو؟ گم کردہ قافلوں کو ہدایت کا سراغ کہاں سے ملے؟ تدبیر اور منصوبہ بندی کے چراغ کس طرح جلیں؟ مرے ہوئے حوصلوں میں زندگی کی روح کون پھونکے؟ اور نیکی میں سبقت کا عزم کدھر سے پیدا ہو؟ بلاشبہ چاہتوں کے سفر ہمیشہ مایوسیوں کی منزل پر ختم نہیں ہوتے، تمناؤں کے آبگینے ہمیشہ ساحل نامرادی پر نہیں ٹوٹتے اور جذب و شوق کے خوب رو درخت ہمیشہ بے ثمر ثابت نہیں ہوتے، قوموں کی زندگی میں وہ وقت ضرور آتا ہے جب تھکے ہارے قافلوں کو منزل میسر آتی ہے اور اُمید کے آسمان پر تکمیل مقصد کا سورج طلوع ہوتا ہے۔

مصطفوی انقلاب

ہمارا دور طالب ہے ایک دور رس

اور ہمہ گیر انقلاب کا

ہمارے درد چاہتے ہیں سرور آفرین مداوا

اور دیرپا نسخۂ شفا

مضطرب اور کسمساتی انسانیت پریشان اور بلکتی آدمیت ضرورت محسوس کر رہی ہے کہ مشرق کے بیٹے نادِ انقلاب پھونکیں اور وہ نعرہ آتشیں لگائیں جس سے طواغیت زمانہ بھاگ کھڑے ہوں مصطفوی انقلاب اور نظام مصطفی کا نعرہ ہم کس دور میں لگا رہے ہیں۔ اسوۂ رسول ﷺ اپنے عظیم انقلاب کے دوش پر ہمارے لئے کسی حکمت عملی کا تعین کرتا ہے۔

کام کہاں سے شروع کیا جائے اور کس طرف لے جایا جائے ؟ ابتدا کہاں سے ہو اور انقلاب کے لئے کوشاں لوگ کن صفات کے حامل ہوں؟ سوچنا ہوگا کہ ہمارے معاشرہ میں شرق سے غرب تک ہر صبح اخبارات کیا کچھ لے کر ہمارے دروازے پر دستک دیتے ہیں؟ ریڈیو اور ٹیلی ویژن ہر شام کس دلربائی سے ہمارے گھر پہنچتے ہیں؟ ہمارے دینی مدارس انقلاب کا کیا مواد معاشرہ میں پھینک رہے ہیں اور یہ بھی کہ ہمارے دانش کدے راہوں' شاہراہوں پر جو دانش کا نور بکھیر رہے ہیں، ہماری خانقاہوں سے جو پارہ مشائخ پیدا ہو رہے ہیں اور ایسے بھی کہ تہذیب وحضارت پر جو شرافت کی لہریں اٹھتی ہیں، سیاست کے نام پر جو نیکیوں کی بادِ نسیم چلتی ہے۔ انقلاب کے نام پر جو معصوم چہرے سامنے آتے ہیں۔ علم کے روپ میں جو کاروبار ہوتا ہے، انصاف کے نام پر جو قانون کے گلے پر مالش کی جاتی ہے۔ تحقیق کے جامے میں جو حسن افروزیاں ہوتی ہے، اقتصادی حقوق کے حوالے سے جو فقر و مسکنت کو سکون ملتا ہے۔ انقلابی اور اقتصادی فلسفوں پر سر دھننے والے عوام و خواص نظام سرمایہ داریت کی لپیٹ میں ہیں۔ مفتیوں کے قرطاس، مصنفین کی روشنائی قلم' شاعر کی نوک خامہ اور شیخ کی عبائے تقدس سب میں سود کی آمیزش ہے۔ ماننے والوں کا معاشرہ بھی نہ ماننے والوں کی طرح بے خدا بن چکا ہے۔ کبھی سنتے تھے کہ مشرکین بڑی گہری عقیدتوں سے بت گھڑتے ان کے سامنے ناصیہ فرسائی کرتے لیکن جب کبھی مصائب کی آندھیاں اٹھتیں ان کی امیدوں کے چراغ گل ہونے کے قریب آتے، انہیں اپنی حاجتیں پوری ہوتی نظر نہ آتیں تو اپنے بنائے ہوئے بتوں کو خود ہی پاش پاش کر دیتے۔ مسلم کبھی مشرک نہیں ہو سکتا لیکن آج ہماری حالت نازک ہے، ہم اپنے خدا اور اللہ کو کہاں کہاں مانتے ہیں۔ کیا حقیقت نہیں کہ ہماری عبادتوں کا خدا اور ہے اور ہماری سیاستوں کے ناخدا اور ہیں، ہماری آرزوؤں کا مرکز ہمارا نادیدہ خدا ہے اور ہمارے عمل کے الہٰ مشرق و مغرب کے خود ساختہ رزاق ہیں، کعبے میں ہم مصطفیٰ ﷺ کو ڈھونڈتے ہیں اور کوچہ و بازار میں اپنی من موجوں کو خدا بنا لیتے ہیں۔

سورہ الجاثیہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثیہ:23)

''کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش ہی کو الہ بنالیا''۔

ہمارے خیال میں مصطفوی انقلاب کا آغاز کل بھی انسان کو موضوع بنا کر دعوت لا الہ الا اللہ سے ہوا تھا اور آج بھی انقلاب کا آغاز اسی نقطہ سے ہوگا۔ کل بھی جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی تحریک انقلاب کی بنیاد رکھی تھی تو یہی تھا کہ گواہی دو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بر اور آج بھی یہ ضروری ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سائے میں اسی عقیدہ کو محکم کرتے ہوئے اسوہ رسول ﷺ کو ہم اپنائیں اور شیون حیات میں اس انقلابی نظریہ کا پارہ بھر دیں تا کہ لوگ اتنے حساس ہو جائیں کہ وہ قرون اولیٰ کی طرح شرک سے نفرت رکھیں۔

یاد رہے کہ لا الہ الا اللہ کے حکم ہونے کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح ہماری پیشانیوں میں تڑپتے سجدے اس الہ کے بغیر کسی کے لئے روا نہیں، اسی طرح ہماری دولت اور اقتدار پر بھی ہمارا کوئی حق نہیں۔ ہمارا سب کچھ ہمارے الہ کے لئے ہے۔ ہماری سوچیں، ہماری زمین، ہماری عبادتیں، ہماری جدوجہد، ہماری کمائی اور ہمارا سب کچھ ہمارے الہ کیلئے ہے۔

سورۃ الانعام میں ارشاد ہے کہ

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ‌ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۱۶۳﴾ (الانعام:162-163)

''آپ فرمائیے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری حیات اور میری ممات سب اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلے اس کے سامنے سر جھکانے والا ہوں''۔

انقلاب عالم میں ہر انقلاب کا ایک مرکز اور محور ہوتا ہے جس کے گرد اگرد اس کے اجزائے ترکیبی گھومتے ہیں۔ آج تک مصطفوی انقلاب کے علاوہ جتنے انقلاب بپا کیے گئے، ان

کا حلقہ اثر زیادہ تر سیاسی رہا۔ معاشرتی قدروں' سماجی سوچوں اور نفسیاتی پہلوؤں پر وہ اثر انداز نہ ہو سکے ۔ ہر انقلاب کا مرکز معاش' مال طاقت اور محنت رہے اس کے برعکس مصطفوی انقلاب چونکہ ہمہ گیر تھا اور اب بھی یہ بپا ہو گا تو ہمہ گیر ہو گا۔ اس کا مرکز و محور فضائے کائنات کو لا الہ الا اللہ کے عقیدہ نور سے لبریز کر دیتا ہے۔

اگر چہ یہ خاصا مشکل کام ہے اس لئے کہ دل سے اٹھنے والی سوچوں سے لے کر مال کی تجوریوں تک' سماجی بندھنوں سے لے کر حکومت سازیوں تک' عدل وقضا سے لے کر اجسام وارواح تک اور قلب و باطن سے لے کر ضمیر و شعور تک سب پر اس عقیدہ کی چھاپ گہری کرنا پڑتی ہے۔ اسی نور پرور عقیدے سے مصطفوی انقلاب کا آغاز ہوتا ہے اس عظیم اور اہم کام کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنی تحریکی زندگی کے تیرہ سال اس پر کھپائے اور شاید حکیم الامت نے بھی راہ انقلاب کی انہی دشواریوں کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا:

چوں می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

مصطفوی انقلاب کی عظمت یہ تھی کہ اس میں لا الہ کے حوالہ سے رسول کریم ﷺ نے جس جس کی نفی کی' ظلم کی آندھیوں کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ بخشا' قتل و غارت کے سامنے سد نور ڈالی' سوچوں اور افکار کا تزکیہ کیا۔ سب میں من جانب اللہ ہونے کی ضمانت تھی اور الا اللہ کے حوالہ سے جو کچھ دیا سیاست' نیکی' معاش' تلاوت' معروف' خیر' اصلاح' ہمدردی' قربانی' ایثار سب میں وحی کا نور تھا اور آج بھی مصطفوی انقلاب کا معنی یہی ہو گا کہ غیریت کے پردے چاک کر دیئے جائیں' اپنی مرضیاں فنا کر دی جائیں اور کاروبار حیات میں الہامی تقدس رواں دواں کر دیا جائے۔ رضائے خدا اور خوشنودی مصطفےٰ انقلاب کی جان ہے اور اس اہتمام سے کائنات میں امن و آشتی اور نور و نگہت کا کیف پرور ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے۔

سورہ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ (النسآء:65)

''سو قسم تیرے پروردگار کی وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ آپ کو اپنے درمیان پیدا ہونے والے جھگڑوں میں حاکم نہیں مان لیتے پھر یہ کہ وہ اپنے دلوں میں کوئی بے چینی بھی نہ محسوس کریں اس پر جو آپ فیصلہ دیں اور بخوشی وہ اسے تسلیم کرلیں''۔

لا الہ رد باطل ہے، کفر کے خلاف اعلان جنگ ہے، بے ضابطگیوں کے چراغ گل کرنے کا اہتمام ہے، طاغوت کی کمر توڑنے کا آتشیں اعلان ہے، خودساختہ قوانین پر قلم تنسیخ ہے، ذہن ساز شریعتوں کو کھلا چیلنج ہے، انسانیت سوز محرکات اور جلالی قوتوں کے سر ضرب یداللہ ہے اور الا اللہ خدائی رہنمائی کا فطری اعلان ہے، تشدد کے شکار انسانوں کے لئے تو نور و رحمت کا جنت نظیر ماحول، فلاح انسانیت کے لئے حسن افروز اور تقدیر بدل نظام ہے۔ اس نعرہ جذب وشوق سے طاغوت کے کانچ محل ڈھیر کیے جاسکتے ہیں اور سیاسی طالع آزماؤں کو سبق سکھایا جاسکتا ہے لیکن اس انقلابی مواد اور اقدام کے لئے ایک انداز مذہبی ہے اور ایک دینی' مذہبی انداز سے جائز اور ناجائز کی حدود قائم کی جاسکتی ہیں، لیکن زندگی کی تمام تاروں پر ارتعاش پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ زندگی کی مشکلات جھیلنے کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ زندگی پر حاوی ہونے کے لئے اس پر دینی اور انقلابی انداز میں کام کرنا پڑتا ہے اور اس عظیم تحریک اور اس مصطفوی انقلابی نظام کی تشہیر و نفاذ کے لئے اسوۂ رسول ترغیب دیتا ہے کہ ہم ماحول' جگہ اور کام کرنے والے لوگوں کی شناخت کریں اور پرکھیں کہ انقلاب کے داعین کار انقلاب کے لئے کس قدر مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔ اس ضمن میں قرآن مجید کی وجد آور تعلیمات ملاحظ ہوں ارشاد رب العزت ہے:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾

(الجمعہ:2)

''وہی ہے جس نے آزاد اور بے پڑھے لوگوں میں سے ایک عظیم القدر رسول اٹھایا جو تلاوت فرماتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور پہلے تو وہ سب لوگ فکری اور عملی پریشانیوں میں مبتلا تھے''۔

اور پھر سورہ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ (الاعراف:157)

''وہ لوگ جو نبی امّی کی پیروی کرتے ہیں انہیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں''۔

قرآن مجید کے ان دونوں مقامات کو سامنے رکھنے سے جو صورت سامنے آتی ہے وہ یہی ہے کہ قائد انقلاب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی امی تھے اور جس قوم میں کار انقلاب کا بیج ڈالا گیا اس میں بھی وہ تمام کے تمام امیین تھے لفظ بعض مفکرین سے عقیدت کے ساتھ عرض کروں گا کہ امی کا یہ مفہوم ان پڑھ سے کرنا مذہب ہے دین نہیں۔ دین تو یہاں سوچوں کا وجود گدگداتا ہے اور مجبور کرتا ہے کہ لفظ امی میں حسن معنی تلاش کیا جائے۔

تاج العروس، لسان العرب، جمہرۃ اللغہ اور الصحاح کی مدد سے ''امی'' کا مفہوم فطرت کے قریب ہونا، خالی الذہن ہونا وغیرآتے ہیں اس سے نومولود بچے کی آواز کو بھی تعبیر کردیتے ہیں اور والدہ نے امی ہونے کا فلسفہ بھی قرآن ہی ہے۔ میری ناقص فکر میں انقلابی کام کرنے والوں کے لئے امی ہونا ازحد ضروری ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے لفظ امی کے ساتھ عربوں کے انقلابی محرکات وخصائص کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک شخص کو کہتے سنا گیا کہ عربستان میں انبیاء اور مرسلین اس لئے زیادہ مبعوث ہوئے کہ ان میں قتل وغارت اور فتنہ وفساد زیادہ تھا جب کہ ہمارے برصغیر میں ایسا نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ نبی اور رسول کے فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک نبی

رسول جو انقلابی سطحوں پر اپنی آفاقی تعلیمات سے انسانوں کا تذکیہ کرنے کی فکر لے کر اٹھتا ہے۔اسے جفاکش، جفا کیش، بہادر، جنگجو، حریت پسند، آزاد، سخی، مہمان نواز ایثار پیشہ، یک سو اور متحرک قوم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ بلاشبہ آج سے چودہ صدیاں قبل جس قوم نے مصطفوی انقلاب کا پرچم تھاما اس میں یہ خصائص بدرجہ اتم موجود تھے شراب کے جام پر اور پانی لینے کی باریوں پر جان چھڑک دینے والی قوم کا قبلہ فکر و عمل اگر درست ہو جائے تو اس عظیم قوم کا راستہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ہمارے ہاں درست مزاحمت کو برداشت کرنے کا جذبہ ناپید تو نہیں کم ضرور ہے البتہ عریانیت، فحاشی، بدی اور منکرات کو برداشت کرنے کا بڑا حوصلہ ہے۔ ہماری ملت کے صبر کا پیمانہ اگر کبھی چھلکا بھی تو وہ زیادہ سے زیادہ سیاسی انقلاب پر منتج ہوا۔ مصطفوی انقلاب کی منزلیں دور کی دور رہیں۔اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہمارے ہاں جن علاقوں میں مزاحمت کا اندیشہ زیادہ ہے وہاں مصطفوی انقلاب کے لئے کام کرنے والوں کی کمی ہے حالانکہ وہی اڑیل، سخت، متشدد کھردرے اور کھلے لوگ کسی دوررس انقلاب کا دروازہ کھول سکتے ہیں۔

قرآن کے فلسفہ انقلاب کی روشنی میں ایمان باللہ، ایمان بالرسالت، ایمان بالکتاب کے بعد سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا گیا ہے وہ فکر آخرت ہے۔ انقلابی نقطہ نظر سے وہ شخص جس کے ذہن میں یہ راسخ ہو جائے کہ اسے دنیا سے ایک دن اٹھنا ہے، وہ بے خوف ہو جاتا ہے اور رسول کریم ﷺ کے اسلامی معاشرہ تخلیق کرنے میں کامیاب ہونے کی یہی وجہ تھی کہ ان کے متبعین موت و حیات سے بے نیاز احقاق حق کی جنگ لڑ رہے تھے۔ حدیث شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے دوران طواف ایک ادھیڑ عمر خاتون کو دیکھا اس کی بغل میں ایک چھوٹی سی پوٹلی تھی میں نے اس سے پوچھا کہ بی بی! یہ پوٹلی کیوں اٹھائے ہوئے ہو، کہنے لگی کہ بوڑھی ہوں اور ڈر ہے کہ کہیں کھو نہ جائے---------- حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں سے آئی ہو؟ کہا حضر موت سے۔ پوچھا تمھارے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا کوئی

نہیں، اللہ میرے ساتھ تھا۔ حضرت نے کہا واپس کیسے جاؤ گی؟ اس نے کہا اللہ کے آسرے سے۔ پوچھا کیا راستے میں کوئی خطرہ نہیں؟ کہا نہیں۔

آج بھی مصطفوی انقلاب کے لئے کوشاں داعین و کارکنان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ بے خوف ہو جائیں۔ بزدل، زندگی کے حریص اور حالات سے دب جانے والے کوئی وقیع کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے۔ شاید زندگی کے پیچ و تاب میں نظام مصطفیٰ کی یہی انقلابی صفت ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ (یونس:62)

''اس میں شک ہی کیا ہے کہ مقربین خدا پر نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

مصطفوی انقلاب کی پہلی جہت استحکام عقیدہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ بلاشبہ مسلمانوں نے اس کی دعوت و تبلیغ، نشر و تشہیر اور وسعت و ابلاغ میں نمایاں کردار ادا کیا، اگرچہ اس سے بھی انکار نہیں کہ مغرب و مشرق اور دو تہائی انسانی آبادیاں اندھیروں میں سرگرداں ہیں جو اولین توجہ کی مستحق ہیں۔ گندگی پڑی رہے تو مکھیاں مارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تک سرے سے غلاظت و گندگی کے ڈھیر اٹھا نہ دیے جائیں مکھیاں ختم نہیں کی جا سکتیں۔ اسلام کی تحریکی قوتوں کو تبلیغ کی حکمت عملی اور دعوتی سرعت اختیار کرنی چاہیئے۔

انقلاب کی دوسری جہت ''عمل صالح'' ہے۔ قرآن حکیم نے اس کی طرف بے شمار مقامات پر مسلمانوں کو دعوت دی۔ سب سے نمایاں بیان دعوت سورۂ عصر ہے:

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (سورۃ العصر)

''قسم زمانہ کی

بے شک حق فراموش آدمی ضرور نقصان میں ہے

سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں اور آپس میں ایک دوسرے کو حق پر چلنے کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے''۔

ہماری قوم اس وقت تمناؤں، خواہشوں، آرزوؤں اور چاہتوں کے دور سے گزر رہی ہے۔ خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے۔ اچھا کھانے کی خواہش، اچھا پینے کی خواہش، اچھا پہننے کی خواہش، مصطفوی انقلاب کی خواہش، نظام مصطفیٰ کی خواہش اور نظام اسلام کی خواہش لیکن سعی اور عمل کے میدان میں بے فکری سے سونا بھی بڑی دولت ہے۔ وہ قوم جو اپنی حالت کے بدلنے کی فکر خود نہیں کرتی انقلاب اس کے لئے آسمان سے نہیں اترا کرتا۔ آسمان سے تو صرف عذاب الہیہ کا نزول ہوا کرتا ہے۔

سعی اور کسب، محنت اور جفا جوئی اس وقت تک ممکن نہیں ہوتی جب تک کہ اللہ کی ذات پر عقیدہ محکم نہ ہو۔ بت پرستی، دل و دماغ میں گھسی ہو تو انقلاب-------- انقلاب کے نعرے تقدیر کی محکم گرہیں نہیں کھول سکتے۔ ہم نہیں کہتے کہ ہماری قوم صنم پرست ہے، بہر حال اس سے تو انکار نہیں کہ وہ خواہش پرست ہے۔ اللہ پرست ہوتی تو وہ طاغوت کے نظام کو قوت نہ دیتی ہوتی--------!

حکمران کون ہیں؟ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ہمارے سیاسی زعماء ہماری مظلوم قوم کو کس طرف لے جا رہے ہیں؟ کیا ہماری قوم سالوں پنجسالوں اور دہ سالوں میں طاغوت کو ووٹ دے کر خدائی غضب اور عذاب کو دعوت نہیں دیتی ہے؟ اسلامی انقلاب کا آغاز عقیدہ اور عمل صالح میں توازن تواتر اور مقصد زندگی کے جانگسل جہاد سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے رسول اکرم ﷺ کے تقدیر بدل انقلاب کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کا پہلا رنگ ہی عقیدوں اور اعمال کا تزکیہ و تطہیر ہے۔!!!

انقلاب کا زینہ اول اگرچہ راسخ عقیدہ اور عمل ہے لیکن قرآن مجید نے جہاں بھی عمل کی بات کی وہاں اکثر صالح کی قید لگائی۔ علمائے لغت نے لکھا ہے کہ فعل دراصل ایسے کام کو کہتے ہیں جس کا کوئی نمونہ نہ ہو اور عمل کا اطلاق ایسے کام پر ہوتا ہے جس کیلئے نمونہ موجود ہو، انسان مکلّف

ہے عمل کا اور عمل وہی ہوتا ہے جس کے لئے نمونہ موجود ہو اس کے بعد بھی نمونہ کے انتخاب میں غلطی اور خطا کا امکان ہے اس لئے اسلام صرف عمل کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ عمل صالح کا تقاضا کرتا ہے۔ یوں کہیے کہ عمل صالح وہی ہوگا جس میں نبوت کی رہنمائی ہوگی گویا مصطفوی انقلاب، مصطفوی عقیدہ اور مصطفوی عمل کو اپنانا ہوگا۔ رہا انقلاب تو انسانی ذات میں جب تک کوئی انقلابی تبدیلی نہ آئے کسی ایسے ادارہ میں انقلاب متصور نہیں ہوسکتا جو انسانوں کی باہمی معاشرت سے وجود میں آیا ہو، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اصل موضوع انسان اور اس کی اصلاح ہے۔ اسلام اپنے انقلاب پرور فیضان سے سب سے پہلے انسان ہی کو نوازنا چاہتا ہے۔ اسلام کی تحریک تزکیہ اور دعوت اعمال صالح کا اصل مخاطب بھی انسان ہے۔ انسانی ذات کو عبادت، عمل صالح اور حسن کے سانچوں میں ڈھال کر ہی کسی اجتماعی انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ (سورۃ البقرہ: 21)

''اے لوگو! عبادت اپنے رب کی کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ''۔

رسول اکرم ﷺ کی تیرہ سالہ محنت اسلامی انقلاب کے اسی اساسی مواد کی تیاری پر کھپائی گئی۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی میں کسی اجتماعی، عمرانی، ریاستی یا سیاسی ادارہ سازی کی کوئی واضح دلیل نہیں ملتی۔ یہ دور تیاری اور تربیت کا دور تھا۔ آپ ﷺ نے اسی نور پرور ماحول اور دور میں انسانوں کو اچھے انسانوں میں بدلا اور اچھے انسانوں سے اچھے مسلمان تیار کئے البتہ اس تابناک، نور خیز اور رحمت ریز دور انقلاب میں رسول اکرم ﷺ نے انسانی صفوں میں اخوت کی مضبوط اور مؤثر لہر اٹھائی۔ انقلاب کا خواب دیکھنے والے طاغوت دشمن مسلمانوں کے لئے یہ نقطہ نظر ہے کہ وہ جماعت جو رسول کریم ﷺ نے طواغیت زمانہ کے خلاف برسرپیکار کی اس کا معیار قائم رکھنے کے لئے تربیت کا اتنا سخت، کڑا، جفاکش اور دشوار نظام رکھا کہ تیرہ سالوں میں تین چار سو لوگوں

سے زیادہ انقلابی تیار نہ ہو سکے۔ ظاہر ہے رسول اکرم ﷺ مرید سازی کی تحریک نہیں اٹھا رہے تھے بلکہ ایک ایسی جماعت تیار کر رہے تھے جس نے جہان کہن کے رسم و رواج بدلنے تھے اور نظریہ زندگی کی ایک نئی دنیا آباد کرنی تھی۔ یہ عظیم مقصد بذات خود اس بات کا تقاضا کر رہا تھا کہ نئی بننے والی جماعت میں خدا پرستی، اطاعت امیر، علم و عرفان، خودی و بے نیازی، جذبہ درد، قربانی و ایثار، جنگجوئی و جہاد اور جود و سخا کا ہونا ضروری تھا۔ اس تیاری کے دور میں حضور انور ﷺ نے سختی کے ساتھ اہتمام فرمایا کہ ان کی جماعت میں کوئی ایسا شخص نہ داخل ہو جائے جو دو رخا، سست، منافق، ابن الوقت، مفاد پرست اور خواہش زدہ ہو۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں میں عبادت کی وہ روح پیدا کر دی کہ لوگ مشن کا ترک کرنا جرم اور مشکل سمجھنے لگے اور سر کٹانا آسان تصور کرنے لگے۔ غیر اللہ سے انہیں نفرت ہوگئی۔ لات و منات کے وہ دشمن ہو گئے، گیت گانوں کے رسیا لوگ تسبیح و تہلیل، ذکر و اذکار، قرأت و تلاوت میں دلچسپی محسوس کرنے لگے۔ امیر انقلاب و جماعت کے ساتھ ان کا تعلق اس قدر گہرا ہو گیا کہ وہ امیر کے وضو کا پانی بھی زمین پر گرنے کو جرم تصور کرنے لگ گئے۔!!

وہ لوگ جو آج چاہتے ہیں کہ زمین پر بسنے والی مخلوق کے پاؤں میں پڑی ہوئی طاغوتی زنجیریں کٹ جائیں، انہیں کیف و مستی حریت و آزادی اور قربانی و عمل کا وہ سیانا دور واپس لوٹانا ہوگا۔ اس مسلمہ حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نو سے لے کر دس روپے کا نوٹ انقلاب پر لگانے والی جماعتیں، مہینہ سو کر ایک دن اذانیں پڑھنے والی پارٹیاں، شکرانے کھا کر وعظ کرنے والے مبلغین اور رعونت زدہ بازاری طبیعتیں انقلاب نہیں لا سکتیں۔ ہمارے دور میں ''دعویٰ انقلاب'' کرنے والی اکثر جماعتیں باوجود دعوؤں کے اسوہ رسول پر عمل کرنے سے عاری ہیں، عرفان مقصد کی کمی ہے، تربیت کا نظام کمزور ہے، منشور کی ہمہ گیری کے باوجود کارکردگی کے دائرے محدود ہیں اور قربانی کے انداز، سرمایہ دارانہ نظام حکومت سے ادھار پر لئے گئے ہیں جبکہ مصطفوی انقلاب کے لئے ضروری ہے کہ یقین و عمل کی وہ صورت پیدا کی جائے جو رسول کریم ﷺ

کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تھی۔قرآن کی زبان میں وہ نقش، آواز، صدا سنئے ہوتو ملاحظہ ہوارشاد باری تعالیٰ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۛ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۟ (سورۃ الفتح 29)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان کی معیت میں ہیں کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں تو انہیں رکوع اور سجدے میں ہمیشہ دیکھے اور وہ اللہ کا فضل اور اس کی خوشی ڈھونڈیں ان کے چہروں میں سجدوں کے اثر سے جلوہ چمکے ان کی یہ شان تورات میں بھی ہے اور انجیل نے بھی ان کی تعریف بیان کی ہے کہ ان کا حال ایک کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپلیں نکالیں اور پھر وہ موٹی ہو کر محکم اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی کھیتی باڑی کرنے والے اُسے دیکھ کر خوشیوں میں ڈوب گئے اور یوں کفار کے دل جلائے جائیں گے اللہ نے ایمان والوں اور اُن میں سے اچھے عمل بجالانے والوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے''۔

رسول کریم ﷺ جس زمانہ میں اپنے آفاقی نظریہ کی بالادستی کے لئے جدوجہد فرمارہے تھے۔آپ نے پسند نہ فرمایا کہ عوام کی ''جے'' جیتنے کے لئے جذباتی اور سفلی نعروں سے کام لیں۔ اگرچہ ماحول سازگار تھا۔آپ پسند فرماتے تو عرب کے نخلستانوں کی بات کر کے عرب وعجم کی جنگ چھیڑ سکتے تھے اور عربوں پر آپ کو اقتدار یقیناً حاصل ہوسکتا تھا،لیکن آپ نے جس طرح سنگ وخشت کے بتوں کو پاش پاش کیا،قومیت کے اصنام بھی توڑے،''کلو الفقران یکون

کفرا'' کی بات کرنے والے رسول اقتصادی ضرورتوں کو بنیاد بنا کر ریاست وحکومت حاصل کر سکتے تھے لیکن آپ نے یہ راستہ اختیار نہ فرمایا بلکہ اس نوعیت کے لالچوں اور پیش کشوں کو ٹھکراتے ہوئے آپ نے ایک اللہ کی طرف دعوت دی۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ہمہ گیر انقلاب کے لئے آفاقی ودائمی نظریات کی ضرورت ہوتی ہے، جب کہ حسب ونسب، ملک ووطن، اقتصاد ومعاشرت اور محنت وصنعت کے بل بوتے پر بپا کئے جانے والے نظریات اور انقلابات عارضی ہوتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کے جہاں گیر انقلاب کا موضوع انسان تھا اور آپ شبانہ روز محنت فرمارہے تھے کہ ایک ''الہٰ'' سے وابستگی اور عمل صالح کی بنیاد پر انسان کو پہلے خدا سے جوڑا جائے اور پھر اس نور آگیں بنیاد پر انسانی معاشرہ کو منظم کیا جائے۔

انبیاء کرام کی دعوت کا مرکز بھی اسی نظریہ کا استحکام تھا۔ یہ قدسی صفات لوگ سمجھتے تھے کہ یقین کی فضا پیدا کئے بغیر بساط طاغوت نہیں پلٹی جا سکتی۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے وہ کس بے باکی اور اولوالعزمی کے ساتھ فرعون کو عذاب ووعید کی دھمکیاں سنا رہے تھے۔ آپ فرعون کو مکار، جھوٹا اور باغی قرار دے کر کس ذوق کے ساتھ لا الہ الا اللہ کا عملی درس فرمارہے تھے۔ ترک وطن کی مصیبتیں کس صبر کے ساتھ جھیلی جا رہی تھیں اور صحیح بات یہ ہے کہ یقین کی مضبوطی اور استحکام ہی تھا کہ کالے پانی کی موجیں بھی تھم گئیں اور وہ قوم جو برسوں سے فرعونوں کی غلامی کر رہی تھی جب عرفان زندگی سے آشنا ہوئی تو فرعون اپنی تمام تر قوت کے باوجود اس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ کچھ ایسا ہی نقشہ قرآن مجید حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیش کرتا ہے۔ ایمان وایقان اور ایمان افروز کردار تھا کہ آگ میں چھلانگ لگانے سے بھی گریزاں نہ ہوا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں میں خورشید کی دھوپ سے زیادہ نور کس چیز نے بھر دیا یقیناً وہ ایک اللہ پر ایمان تھا کہ تن تنہا ضمنستان کفر پر بجلی بن کر جا پڑے۔ ان کی ضرب یداللہی

میں یقیناً حسن عقیدہ اور ایمان وایقان کی بجلیاں دوڑ رہی تھیں اور ان کی رگوں میں عمل صالح کا پارہ متحرک تھا۔ عبادت کا ذوق ان میں اس قدر جواں تھا کہ وہ لحظہ بھر کے لئے بھی اپنے اللہ سے کٹ جانے کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔ شاید ان کی عبادت کا وجد آفرین لمحہ وہی تھا جب وہ اپنی جبین نیاز آگ کے شعلوں میں اپنے مسجود کے سامنے جھکا رہے تھے۔ اس میں کیا شک ہے کہ کار انقلاب ایسے ہی عظیم لوگوں کے نقش قدم پر چل کر روبہ تکمیل کیا جا سکتا ہے۔ مختل الحواس، بے علم، بے یقین، کور ذوق، بزدل، خائف، بدحواس، نشہ مال مست اور مادہ زاد لوگ نئے انقلاب پھونکنے کا حوصلہ نہیں رکھتے، ایسے لوگوں کی سانسوں میں جان نہیں ہوتی کہ وہ نغمہ انقلاب سے فضا معمور کر سکیں۔

محسن انسانیت، قائد انقلاب، مفکر خلافت رسول مکرم ﷺ کے وہ کیف پرور لمحات اور وجد آور لحظے جو آپ نے طائف میں دعوت پر صرف فرمائے انقلابیوں کے لئے مشعل راہ ہیں، کیا یہی وہ انداز نہیں تھا؟ جس کے فیضان سے عرب کے بدوؤں، جنگلوں کے باسیوں اور ننگے بدن پھرنے والوں کو عرب وعجم پر اقتدار کی چابیاں عطا فرما دی گئیں۔ ایمان وایقان اور عمل صالح جس کا پہلا مصداق عبادت اور حسن سیرت وکردار ہے یقیناً وہ قوت اور طاقت ہے جس سے طواغیت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

''مصطفوی انقلاب'' کی رو دریا کے بہاؤ کی مانند ہوتی ہے۔ دریا جس طرح جن راہوں پر چلتا ہو اور جس مصدر سے موجزن ہوتا ہو وہ صاف وشفاف ہو تو پانی بھی طاہر ومطہر ہوتا ہے۔ ایسے ہی انقلاب کی دعوت دینے والے شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ریت پاکیزہ، اخلاق اجلے، اسوہ عبرت افزا، سوچ ملت ساز اور من درد کا حامل ہو، اگر ایسے نہ ہو تو انقلاب کے دائرے محدود ہوتے ہیں بلکہ سطحی اور عارضی ثابت ہوتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے حسن اخلاق اور جمال سیرت کی نیرنگیوں ہی سے راہ انقلاب ہموار فرمائی۔

دور رسالت مآب ﷺ میں وہ جماعت جو اصلاح انسانیت کا بار کھینچ رہی تھی ان میں سے

کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جس میں ذوقِ عبادت اور یارائے محنت اور جذبہ عمل نہ پیدا کر دیا گیا ہو۔

قرآن مجید میں زندہ انسانوں کے مردہ اذواق اور اشواق میں انقلاب کی حرکت و حرارت پیدا کرنے اور زمین سے فساد و فسق کی سیاہیاں ختم کر کے خلافت الٰہیہ کے قیام کے لئے ''عمل صالح'' کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ سورہ النور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿55﴾ (النور:55)

''اللہ نے تم میں سے ایمان والوں اور اچھے کام کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت سے نوازے گا جیسا اُس نے ان سے پہلے لوگوں کو زمینی حکومت عطا کی تھی اور وہ ان کے لیے اُن کے دین جسے اُس نے اُن کے لیے پسند کیا مستحکم فرمائے گا اور اُن کے پچھلے خوف کو امن سے ضرور تبدیل فرمائے گا، وہ میری ہی عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نیکی سے ہٹنے والے ہوں گے''۔

جہاں تک عمل صالح کا تعلق ہے اس کا اطلاق صرف نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ پر ہی نہیں ہوتا بلکہ خاتمہ کفر کے لئے عملی اور سائنسی ترقی و ارتقاء پر بھی ہوتا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ عمل صالح ہے جس کے بغیر معاشرتی اور سماجی خدمت تو شاید کی ہی جا سکتی ہو لیکن کسی ایسے ''انقلاب'' کو رد بر ہنہ نہیں کیا جا سکتا جس سے انسانیت من کل الوجوہ ظلم و فساد سے نجات حاصل کرے اور ذہن صلح و آشتی اور امن و سکون کا گہوارا بن جائے۔ وانتم الاعلون'' کی منزل پر پہنچنے کے لئے'' مومنین کو اپنا رخش ایمان اس وادی کی طرف بھی پھیرنا ہو گا لیکن اس طرح کہ ہاتھوں کی گرفت و امان رسالت مآب ﷺ سے ڈھیلی نہ پڑے۔ قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر ''عمل

صالح'' کو فساد فی الارض کی ضد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ فساد اگر تخریب کا نام ہے تو اس کا ازالہ صرف ورد و وظیفہ ہی سے ممکن نہیں ہوگا بلکہ ایک ایسی قوت سے ہوگا جس کی تیاری کسی تدبیر اور منصوبہ بندی کا نتیجہ ہو۔

ارشاد ربانی ہے:

أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ (ص:28)

'' کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان جیسا کردیں جو زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں یا ہم تقویٰ داروں کو فاجروں کی طرح قرار دے دیں''۔

عروج و ترقی کے لئے عمل کا وہ انداز بھی دیکھیے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے اختیار کیا تھا اور تمکن فی الارض کی رشک خیز صورت آنے والی مسلمان نسلوں کے لئے چھوڑی تھی۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ ۖ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ ﴿١٠﴾ أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ ۖ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١﴾ (السبا:11-10)

'' بے شک ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑے فضل سے نوازا۔ اے پہاڑو! تسبیح کرو اور اس کے ساتھ اور تم بھی اے پرندو! اور ہم نے نرم کیا اس کے لئے لوہا۔ پس کشادہ زرہیں تیار کیجئے اور ان کی کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھیئے اور اچھے عمل کریئے۔ بیشک میں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں''۔

عمل کو ایسا ہی حسین، انقلاب پرور اور تقدیر بدل تصور حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے غلاموں نے عطا فرمایا۔ عمل کی سلیمانی تصویر قرآن حکیم کی آیت مبارکہ ملاحظہ ہو۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۖ وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ۖ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَمَنْ يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا

نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ
وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ
شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ (السبا:13-12)

’’ہوا کو سلیمان کے قابو میں دے دیا۔ اس کی صبح کی رفتار ایک مہینہ کی راہ اور شام کی رفتار ایک مہینہ کی راہ اور بہا دیا ہم نے ان کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ اور جنوں کو بھی ایسے کہ وہ کام کرتے ان کے سامنے اپنے رب کے اذن سے اور فرمایا کہ جو ان میں سے ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا ہم چکھائیں گے اسے بھڑکتی آگ کا عذاب۔ وہ بناتے ان کے لئے جو چاہتے۔ اونچے قلعے اور مجسمے اور حوضوں کی طرح بڑے لگن اور بڑی دیگیں جمی ہوئی۔ اے آل داؤد! شکر کی راہ اختیار کرو اور نیک عمل کرو اور میرے بندوں میں شکر کرنے والے تھوڑے ہی ہیں‘‘۔

قرآن حکیم میں صاف طور پر دعوت دی گئی:

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾
وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

(الغاشیہ:20-17)

’’کیا وہ لوگ اونٹ کو دیکھتے نہیں کہ کیسے پیدا کیا گیا
اور آسمان کی طرف کہ اسے کیسے بلند کیا گیا
اور پہاڑوں کی طرف کہ کیسے قائم کیے گئے
اور زمین کی طرف کہ کیسے بچھائی گئی‘‘۔

مذکورہ صدر اقتباس میں ’’نظر اور کیف‘‘ کے الفاظ غور طلب ہیں۔ نظر صرف دیکھنے کے لئے نہیں اور کیف کا جواب صرف زبانی جمع خرچ سے نہیں دیا جا سکتا۔ محنت، جستجو، سعی اور تگ و تاز ہی وہ عمل صالح ہے جس سے زمین تا آسمان، شمس تا قمر اور فرش تا ثریا کہنہ کائنات تک رسائی حاصل کی جا

سکتی ہے۔ ”اعدوالھم ما استطعتم“ پر عمل تسخیر سائنس ہی سے ہوسکتا ہے گویا اسلام کا مقصود انقلاب جو دراصل تکمیل کائنات کا الہامی منصوبہ ہے صرف مطالبوں، جلسے جلوسوں اور قراردادوں سے وقوع پذیر نہیں کیا جاسکتا۔

اس کے لئے ایک ایسی مسلسل کوشش ضروری ہے جو روحانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ مادی وسائل کو زیر دستی لانے کی فکر سے عاری نہ ہو۔

انسانی معاشرہ اپنے اوائل ہی سے امن وسکون اور توازن وتصالح کے لئے تحریری یا غیر تحریری قوانین وضوابط کی طلب میں رہا۔ اسلام کا الہامی اور آفاقی تصور حیات بذات خود اس بات کا شاہد عادل ہے کہ ”فساد فی الارض“ کا خاتمہ کسی ٹھوس، لچکدار، ہمہ گیر، قابل عمل، متوازن، معتدل اور درست قانون ہی سے ممکن ہے۔ انبیاء ومرسلین کی بعثت انسانی ہدایت کے لئے ہوئی اور انسانی ہدایت کی تکمیل قانونی ضروریات کے مکمل کئے بغیر ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قانون اور آئینی انقلاب کے لئے ہمیشہ ضروری ہوگا کہ کام وہاں شروع کیا جائے جہاں قوانین کے نفاذ کا دائرہ محدود ہو یا بحران کا شکار ہو یا اس میں سطحیت ہو اور یا پھر قانونی انارکی موجود ہو۔ یاد رہے کہ ٹھوس اور نتیجہ خیز قانونی اداروں پر انقلابی غلبہ کے لئے طویل جنگ اور عظیم حوصلوں کی ضرورت ہوتی ہے اور غلبہ چاہنے والے قانون کو ایسے شارحین درکار ہوتے ہیں جو سوچ اور عمل میں نادرۂ روزگار ہوں۔ یہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انقلاب کمزوریوں کا ازالہ کرتے ہوئے کمزوریوں سے ہی فائدہ اٹھانے کا نام ہے۔ ظاہر ہے جہاں سطحیت نہ ہو، کمزوریاں نہ ہوں امن وسکون ہو اور ہدایت ہو وہاں انقلاب کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ثبات و استقامت کی ضرورت ہوتی ہے اور رسول پاک ﷺ کی حکمت انقلاب دیکھیئے کہ آپ نے اسلامی قانون جنگ کا آغاز اس علاقہ سے کیا جو معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور سماجی نقطہ نظر سے اس دور میں قابل توجہ نہ تھا کسی باقاعدہ قانون کی حکمرانی وہاں پر نہیں تھی۔ رسم ورواج اور اطوار وضوابط تھے لیکن معاشرہ پر ان کا بوجھ اور اثر ہلکا تھا بلاواسطہ، قیصر وکسریٰ کو چھیڑنا قانون فلسفہ انقلاب کی روشنی

میں مناسب نہ تھا۔ یہی وہ حکمت انقلاب تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا اور حجاز مقدس، بطحا، تہامہ، نجد وغیرہ کے علاقہ کو اپنے آفاقی سیاسی نظریات کی عملی تجربہ گاہ بنایا اور اس معاشرہ کی رسوم اور بندھن کے خلاف قانونی غلبہ کی جنگ شروع فرمائی۔ نہ صرف غلبہ بلکہ اس قوم کو تشکیل قوانین کے فلسفہ سے بھی آگاہ فرمایا۔ یہی وہ مشکل تھی جس کا سر کرنا رسالت مآب ﷺ کا اساسی کارنامہ ٹھہرا۔ رسول اللہ ﷺ نے مکمل قانونی غلبہ سے پہلے دو اہم کام سرانجام دیئے ایک کا انداز ثباتی تھا اور دوسرے کا سلبی۔ پہلے آپ نے کتاب اور وحی کا ازلی، ابدی، باحکمت اور قابل عمل ہونا منطق (Logic) کے ساتھ ثابت کیا اور دوسرا قوانین فطرت کے خلاف موجود ضوابط و رسوم کے باطل ہونے کے لئے زوردار استدلالی انداز اختیار کیا، یہاں تک کہ اسلام کے سوا سب کچھ باطل دکھائی دینے لگا۔ مصطفوی تحریک کا یہی وہ ایجابی اور سلبی پہلو تھا جس کا اعلان قرآن حکیم نے واضح طور پر فرمایا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:19)

''بے شک اصل دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے''۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ (آل عمران:85)

''اور جس نے ڈھونڈا اسلام کے سوا کوئی اور دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا''۔

تاثیر استدلال کی صورت یہ ہوگئی کہ قرآن حکیم نے شیطانی قوانین کے مغلوب ہونے اور رحمانی قوانین کے غالب ہونے کا اعلان زبردست کیف پرور انداز میں کیا۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

(بنی اسرائیل:81)

''اور فرما دیجیے! حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل ہے ہی مٹنے والا''۔

ایک مقام پر قرآن حکیم میں بعثت رسول اور غلبہ حق کو لازم وملزوم قرار دیا گیا۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (الصّف:9)

''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ''ہدیٰ'' اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اُسے تمام ادیان پر غلبہ بخش دے کیوں نہ اُسے مشرک بُرا جانتے ہوں''

☆☆☆

کاروانِ زندگی

کاروان زندگی پوری سرعت کے ساتھ منزل کی طرف رواں دواں ہے۔وقت پوری رفتار کے ساتھ عمر سوزی اور تاریخ سازی کا عمل جاری کئے ہوئے ہے۔انسانی کارواں زمین کی بوجھل اور مضبوط تہوں تلے دبتے جا رہے ہیں''سائل درکنار''زندگی زندہ انسانوں کو مردہ کرنے پر تلی کھڑی ہے۔دامن حیات بظاہر آباد دکھائی دیتا ہے۔

رونقیں ہیں چہل پہل ہے'مادی لحاظ سے ترقی ہے اور عروج ہے۔رینگتے وجود دوڑتے ہیں اور دوڑتے قافلے اڑتے ہیں۔تغیر وتبدل'ترقی وارتقاء، بھاگ دوڑ کمند تسخیر کی بے تابیاں، دریاؤں'فضاؤں سبھی کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔آفتاب وماہتاب بھی شاید ابن آدم کے مضبوط عزائم کی یلغار سے بچنے کی فکر میں ہیں۔راتوں کا لرزتا سکوت اور دنوں کے بانکے اجالے مصنوعی انسانی اہتمامات کی گود میں دم توڑ رہے ہیں۔

مادی عروج اور ترقی کے اس لرزہ فگن دور میں مسلمان کہاں کھڑے ہیں ان کی صفوں میں اتفاق واتحاد کی صورت کیا ہے؟ ان کے ہاں محبت وتعلق کے جذبے کیسے ہیں؟ عالم رنگ وبو کی قیادت اس وقت کس کے ہاتھ میں ہے؟ یہ سب سوالات ان سینوں میں بے تابی پیدا کر رہے ہیں، جن کی خواہش اور آرزو اس گیتی حیات میں عزت وآبرو کی زندگی گزارنا ہے۔زبوں حالی کی اس یاس انگیز کیفیت میں مسلمانوں کو بے شک سوچنا چاہیے کہ وہ رودباری ہمارا مقدر کیوں بن چکی ہے اور''بین الاقوامی''سطح پر مسلمان فتنوں کا شکار کیوں ہیں۔ہسپانیہ اور بغداد کے دردافزا مقامات مرور زمانہ کی وجہ سے فراموش بھی کر دیئے جائیں،تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ روس نے کس مکر اور چالبازی کے ساتھ مسلمانوں کی نو ریاستوں کو اپنا باج گزار بنا کر وہاں کے رہنے والوں پر ظلم واستبداد کی چکیاں کسیں'قبرص' کشمیر'فلسطین اور اری ٹیریا میں مسلمانوں کے خون کو کس قدر سستا

سمجھا گیا۔

بھارت کی متعصبانہ سوچ نے مسلمانوں کو کس بے دردی کے ساتھ سفاکی کا نشانہ بنایا گویا عالمی سطح پر مسلمانوں کو ذلت کا ہار پہنانے کی سازشیں ہوئیں جن کے نتیجے میں مسلمانوں نے اپنے لائق غیور اور عظیم اسلاف کے روشن کارناموں کو بھی دھول دار کیا------!!

ہمارے خیال میں مسلمانوں کے خلاف اس وقت دو ذہن پوری سرعت اور تیزی کے ساتھ کام کر رہے ہیں ایک یہود اور دوسرا عیسائی۔ یہی وہ دو قومیں تھیں جن کی چالبازیوں سے رسالت مآب ﷺ نے اُمت مسلمہ کو ہمیشہ متنبہ رکھا۔ یہود نے مسلمانوں پر منظم نظریاتی اور اقتصادی حملے کئے اور عیسائیوں نے دوستی اور خیر سگالی کے نام بد تمیز کلچر مسلمانوں کی نئی نسلوں میں سرایت کرنے کی کوشش کی۔ نظریاتی' اقتصادی اور تہذیبی دھوکہ بازیوں کے ساتھ ساتھ عسکری اور فوجی نوعیت کے حربے بھی استعمال کئے۔ روس کی اشتراکیت یہودی ذہن کی پیداوار تھی اور مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام حکومت عیسائیوں کا اختیاری دھوکہ تھا۔ امریکہ اور روس دو ملک نہیں دو ذہن ہیں، ایک عیسائیوں کے مقاصد کو پورا کرتا ہے اور دوسرا یہود کے ذہن کی عکاسی کرتا ہے۔ بظاہر یہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف معاندانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں ایک ہی تنے سے پھوٹنے والی یہ دو شیطانی شاخیں ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف ان کے باطنی بغض کو سمجھنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ افغانستان کے اندر جب مجاہدین کی جنگ نتیجہ خیز ہونے لگی تو مذکورہ دونوں ذہن پوری ہم آہنگی کے ساتھ اسلامی حکومت کے قیام کی راہ میں رکاوٹیں حائل کرنے لگ گئے۔

مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ کی بہت سی سازشیں کامیاب ہوئیں، لیکن سب سے زیادہ ظلم یہ ہوا کہ مسلمان اپنی سوچ میں کشادہ ظرف ہو گئے۔ مسلمان اپنا تہذیبی ورثہ ضائع کرتے چلے گئے اور یہود و نصاریٰ روایت پسندی سے نکل کر روایت پرستی کے دائروں میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں دنیا میں بر واحسان کو جو عظیم انقلاب بپا ہوا تھا اور لاکھ ہا عیسائی

دامنِ مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہوئے تھے، یہود و نصاریٰ اس کا انتقام لینے لگ گئے۔

ہمارے خیال میں مسلمانوں کے لئے اس وقت صرف دو راستے ہیں، عزت کی زندگی یا عزت کی موت۔

بین الاقوامی انقلاب کے لئے مسلمانوں کے پاس قربانی کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ رسول پاک ﷺ نے دوستی کا سلیقہ بھی دیا اور دشمن کی پہچان بھی بتائی، مسلمان جب تک دشمن کو دشمن نہیں سمجھتے اور یہود و نصاریٰ کے اقتصادی اور نظریاتی حربوں کے مقابلہ میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ پر اپنا ایمان اور ایقان مضبوط نہیں کرتے، ایام ذلت کو تاریخ عزت سے نہیں بدلا جا سکتا۔

ہمیں پہچاننا ہوگا کہ دوست کون ہے اور دشمن کون--------!

ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ایمان کیا ہے اور کفر کیا--------!

ہمیں جاننا ہوگا کہ راہ نور کون سی ہے اور طریق نار کون سا--------!

ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ رحمٰن محبت کے لائق ہے یا شیطان--------!

ہمیں ثابت کرنا ہوگا کہ زندگی لذت رکھتی ہے یا موت--------!

مسلمانو!

تم جانتے ہو کہ تمہاری صفوں میں اتحاد کیوں نہیں--------؟

تمہیں علم ہے کہ تم پر مفاد پرست حاکم کیوں مسلط ہیں--------؟

کیا تم نے کبھی سوچا کہ--------؟

ظلم و بربریت کا نشانہ مسلمان کیوں بنتے ہیں

فحاشی و عریانیت کا سیلاب مسلمان ملکوں کو اپنی لپیٹ میں کیوں لے رہا ہے

شرافت اور نیکی کی مسندیں کیوں اجڑ رہی ہیں

مادہ زہر ہلاہل ہونے کے باوجود میٹھا کیوں لگ رہا ہے

اسلام کو بنیاد پرستی کا طعنہ کیوں دیا جا رہا ہے

عیسائیوں کا مذہبی رہنما لارڈ اور مسلمانوں کا دینی راہنما ملا کیوں ہے

عیاشی' دانشمندی و دانائی اور دینی سادگی و لگن

دقیانوسیت کیوں ہے

اس لئے کہ طاغوت یہودی' عیسائی' ہندو

اور ان کی معنوی اولاد قادیانی مفاد پرست حاکم' بے نکھرے جامعات' ڈھلے سچے ثقافتی جوڑ، بے دین ادبی ادارے، سماجی فرقے' ٹولے اور زنگ آلودہ ذہن کھلم کھلا مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

اس موقع پر ہماری دعوت تنگ نظری' خود پرستی اور صرف اپنے دینی مفاد کا تحفظ ہے ایسی تنگ نظری اور تعصب جس میں مسلمان صرف مسلمان ہونے کے ناطے سوچیں۔ مسلمان صرف مسلمان ہی کو پسند رکھیں صرف مسلمانوں کو ہی دوست رکھیں۔ مسلمانوں کی یہ اجتماعی تنگ نظری کفر کا مزاج درست کرسکتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی ترقی و عروج مسلمانوں کی اسی سوچ کا رہین منت ہے۔ مسلمان کسی بیساکھی کے سہارے منزل آشنا نہیں ہوسکتے، شاید اسی عظیم ضرورت ہی کے تحت اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا تھا:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (ہود:113)

''اور نہ جھک پڑو اُن لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی کارساز نہیں پھر تمہاری مدد نہ ہوگی''۔

مسلمانوں کے میلان و محبت کا مرجع صرف اللہ اور اس کے رسول کی ذات ہوتی ہے۔ مسلمان ان محرکات سے بچتے ہیں جن سے عشق رسول کے سوتے خشک ہوتے ہوں اور دشمنان خدا کی فاسد اغراض پوری ہوتی ہوں۔ مسلمان طبعاً پسند نہیں کرتا کہ اہل جاہلیت کے شعار زندہ ہوں اور فطرت سلیم مسخ کی جائے۔ مسلمان دوستی اور دشمنی کا پیمانہ صرف ایک ذات کو تصور کرتا ہے۔

رسول پاک ﷺ سے مسلمان کا تعلق ایسے ہوتا ہے۔

''شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم''

فتنوں کی دبیز تاریکی اور دین دشمنی کی اتھاہ ساہیوں میں مسلمانوں کے پاس وہ سراج منیر موجود ہے جس کی روشن کرنیں مقدر کی سیاہیوں کو اُجالوں میں بدل سکتی ہیں انسان خود پرستی کے تنگ دائروں سے نکل کر خدا پرستی کی کھلی فضا میں آ سکتا ہے، لیکن اس عظیم مقام تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بقول ایک مستشرق کے مسلمانوں کو ایک عظیم جنگ لڑنی ہوگی۔

گویا اب وقت ہے کہ مسلمان سوچیں اور حالات زمانہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

مسلمانو!

تمہیں ناموس رہبر ﷺ کی قسم

زلف پیغمبر ﷺ کا واسطہ

دیکھو!

افق تا افق--------فلک تا فلک

کون ہے تمہارا؟ اور کس کے ہو تم

یہ یہود و نصاریٰ

دشمن ہیں سب

دیکھو!

یہ ظلم کے خوگر کوے اور چیلیں

تمہیں تم سے بیگانہ کر رہے ہیں'

یہ سیاہیوں کے بپھرے دریا

تمہیں غرقاب کرنے کے درپے ہیں

تمہارا ایمان' تمہارا ایقان' تمہاری دولت' تمہاری عزت' تمہاری کشت' تمہارا دشت' تمہاری

معراج، تمہاری اعراج،

ان کو پسند نہیں

نہ یہ ہمارے ہیں اور نہ ہم

ان کے ہم سب بکے ہیں دست مصطفیٰ پر

ہماری زندگی مصطفیٰ کے لئے اور ہماری موت مصطفیٰ کے لئے

جو مصطفیٰ کا ہے وہ ہمارا ہے

اور جو مصطفیٰ کا نہیں وہ ہمارا نہیں ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

☆☆☆

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ پاک دھرتی پر رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت اہل سنت وجماعت سے اعتقادی‘ نظریاتی‘ روحانی اور تحریکی وابستگی رکھتی ہے رسول اکرم ﷺ کی محبت اور عشق ان کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے مصطفیٰ کریم ﷺ کی ناموس وعزت پر مرمٹنا ان کا مقصد زندگی ہے اپنے جواں حوصلوں‘ پاکیزہ جذبات‘ نیک ارادوں اور خوش خوئیوں سے انہوں نے ہر دور کو عزت بخشی ہے۔قوم وملت نے جب بھی قربانیوں کے لئے ان کی طرف دست طلب بڑھایا ہے یہ پیچھے نہیں رہے۔اُمت کا کوئی تقدیر ساز کارواں ایسا نہیں جس میں مستانہ وار یہ لوگ شامل نہ ہوئے ہوں--------انہوں نے ہمیشہ قوم کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی۔ملی مفاد کو ذاتی مفاد سے مقدم جانا--------اجتماعی ارتقاء کے لئے انفرادی خوشحالی کو موخر سمجھا--------ان کی خانقاہیں محبت بانٹتی رہیں--------ان کے محراب پیار تقسیم کرتے رہے--------ان کے زاویوں سے خدا پرستیوں کی روشنی طلوع ہوتی رہی--------ان کے مدرسوں سے سچ وصدق کی کرنیں پھوٹتی رہیں--------ان کے صوفیاء قوم کو جڑنے کا درس دیتے رہے--------ان کے علماء تعمیر ملت کی نے نوازیاں کرتے رہے ان کے بچوں کے منہ میں عشق رسول کے نعرے رہے--------ان کے نوجوانوں کے سینے حب رسول ﷺ سے گرم رہے--------ان کی بچیاں عفت وعصمت کی خوشبوئیں سمیٹتی رہیں--------ان کی دوشیزائیں ہمہ وقت ’’یا نبی اللہ‘‘ کی صداؤں سے ایمان وعشق کو گرماتی رہیں--------ان کا ورثہ سوز وساز‘ ان کی دولت درد وآہ‘ ان کی سوچیں حب وحق‘ ان کے عمل دین وصبر‘ ان کے جذبے صبر واحسان‘ ان کا مقصد تسلیم ورضا--------

یہ دوست رہے——ہر اس فرد کے——ہر اس تنظیم کے——ہر اس انجمن کے اور

ہراس محفل کے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خوشبوئیں پائیں اور یہ دشمن رہے دشمن بنے دشمنی رکھی ہراس فرد سے ـــــ ہراس تنظیم سے ـــــ ہراس انجمن سے اور ہراس محفل سے جس میں ان کے محبوب واکمل قائد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی ہوئی۔

''الوہیت'' کا عرفان انہوں نے دیا------- رسالت کی تقدیس میں نعتیں انہوں نے لکھیں------- ''اصحاب'' رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عصمت کو محفوظ بنانے کی کوششیں انہوں نے کیں------- اہل بیت کی محبت میں جذب ومحفوظ بنانے کی کوششیں انہوں نے کیں------- اہل بیت کی محبت میں جذب وجنون کی گل پاشیاں ان کے دم قدم سے ہوئیں------- 'اولیا'' کے مقام ومرتبہ کا سراغ لگانے میں مدد کا ہاتھ انہوں نے بڑھایا------- ''قرآن'' کے نظام حیات ہونے کی بات ان کی زبانوں سے نکلی------- ''ختم نبوت'' ﷺ کے تاج میں فہم وفراست کے نگینے انہوں نے جڑے------- ''اعتدال وسنت'' کا نغمہ انہوں نے چھیڑا------- ''تشکیک واضطراب'' کی برفانی سلوں کو یقین محکم کی گرمی سے انہوں نے پگھلایا------- یہ ہر دور میں معیار معرفت رہے------- یہ ہر زمانے میں میزان حقیقت رہے------- بے ترتیب رہے------- سادہ رہے------- مکاری وعیاری ان سے پرہیز کرتی رہی لیکن پھر بھی یہ خودی سے رہے بخدا باخدا رہے اور سچائیوں اور صداقتوں کے امین رہے------- مبالغہ نہیں حقیقت ہے------- زمانہ خود گواہ ہے کہ یہ رہے، ہمیشہ رہے اور رہنے کے لئے رہے جوان کے ساتھ نہ رہا نہ رہا' جوان کے ساتھ رہا وہ رہا' رہنے کے لئے رہا۔ اللہ رکھے یہ بہت اونچے رہے------- ''ورفعنا لك ذكرك'' کا سایہ ہمیشہ انہیں اپنی کرم گستریوں سے نوازتا رہا اور اللہ نے چاہا تو ''ولسوف يعطيك ربك فترضى'' کا سہرا انہیں ہمیشہ نوازتا رہے گا، لیکن موجودہ صورت حال میں تاریخ اہل سنت کو دیکھ کر تشکیک اور اضطراب کا شکار ہو رہی ہے------- تعداد میں اب بھی یہ کم نہیں ''اعتقاد'' میں بھی خوش نظری کا سایہ انہیں اپنی ٹھنڈک پہنچا رہا ہے لیکن ''اکثریت'' ہونے کے باوجود ان کی صفوں

میں اتحاد نہیں--------ان کے دلوں میں نیک جذبوں کی بجائے وسواس' سوءِ ظنی، خود پرستی' خوش فہمی پل رہی ہے--------ان کے دماغوں میں احساس سن ہو رہے ہیں--------ان کے اعمال میں سنت کے نور کے برعکس خرافات کی گھمبیر سیاہیاں پھیل رہی ہیں--------ان کے بزرگوں کی مسندوں پر بیٹھنے والے صاحبزادگان الا ماشاء اللہ دولت گیری کے مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ان کے محرابوں میں الا ماشاء اللہ شعر افگنیوں اور گپ آزمائیوں کے مظاہرے ہوتے ہیں--------ان کے قائدین لقب بازیوں' خطاب آرائیوں اور خوشامد پسندیوں کے زنغے میں بُری طرح پھنس چکے ہیں--------ان کے خواص چھوٹے چھوٹے مفادات کی خاطر بہت بہت مرتبہ بک جاتے--------ان کے عوام اپنی روشنی سے زیادہ دوسروں کی تاریکی کے گرویدہ نظر آتے ہیں-------- ان کے مدرسے ''درس نظامی'' کی میراث کھوئے جارہے ہیں--------ان کے سیاست دان دین داروں کی بجائے دنیاداروں کو سلامی دیتے ہیں--------ان کے دنیادار مادے کا طواف کرتے ہیں--------ان کے فقرا بادشاہوں کی دہلیز پر بوسہ زنیوں کو مقدس جانتے ہیں--------ان کے متصوفین ''دام فریب'' میں الجھانے کے حیلے ڈھونڈتے ہیں--------نیکی مٹتی جارہی ہے اور فسق وفجور کے طوفان گرداب اٹھا رہے ہیں۔

یاد رکھئے! ان سب باتوں کا ہرگز یہ معنیٰ نہیں کہ یہ جماعت صالحین' شہداعلی الناس' ابرار اور پاک بازلوگوں سے خالی ہو چکی ہے۔قدسی صفت لوگ موجود ہیں لیکن وہ گوشہ گیر ہو رہے ہیں اور کمینہ خصلت لوگ ٹوٹے چراغوں کو آفتاب و ماہتاب کہنے پر تلے ہیں۔قوموں کی زندگی میں وہ وقت نہایت نازک ہوتا ہے جب وہ ماتھے کی کالک کو جھومر سے تعبیر کرنے لگ جائیں، پستی کو بلندی کہیں اور نشیب کو فراز گردانیں۔دعوے وہی ہیں تدبیریں الٹی کیوں ہو رہی ہیں۔ مفہوم بدلے جارہے ہیں-------- تدبیریں داغ دار کیوں ہو رہی ہیں؟-------- منصوبے ناکام کیوں ہو رہے ہیں؟--------بساطیں سمٹ کیوں رہی ہیں؟-------- مسجدیں اجڑ کیوں رہی ہیں اور بازار ہنگامہ زن کیوں ہو رہے ہیں؟ جب وجہ معمول کرنے کے لئے درڑتے ہیں' بڑھتے

ہیں' سوچتے ہیں تو بجائے بننے کے اور بگڑتے ہیں-------بجائے سلجھنے کے اور الجھتے ہیں-------بجائے سنوارنے کے اور خراب ہوتے ہیں------- جاتے اتحاد کو ہیں کرتے افتراق ہیں -------بات ایک ہونے کی کرتے ہیں اور عمل انتشار وتخریب کے بجالاتے ہیں------- قائد عوام کو کوستے ہیں اور عوام قائدین کو گالیاں دیتے ہیں------- کوئی کسی پر اعتماد نہیں کرتا------- کسی کو کسی پر یقین نہیں آتا-------ایک دوسرے کو مغرب کا ایجنٹ سمجھتا ہے اور دوسرا پہلے کو سرخوں کا کف گیر قرار دیتا ہے۔

کون اچھا اور کون برا؟ کون نیک اور کون بد؟ کون سلجھا اور کون الجھا ہوا؟ کہاں نیکی اور کہاں بدی؟ کدھر باد نسیم کے جھونکے اور کدھر طوفان صرصر کے حملے -------نہ پارسائی کا بھرم------- نہ خراباتی ہونے کی ہٹ-------نہ عالم ہونے کی جسارت ------- نہ جاہل ہونے کی سادگی-------نہ بڑا ہونے کا علم------- نہ چھوٹا ہونے اعتراف-------نہ جستجوؤں کی معصومیت -------نہ جمود کی بے خبری-------نہ حرکتوں کا جنون------- نہ مایوسیوں کا سکوت-------نہ بولنے کا امتحان-------نہ سننے کی برداشت-------

''اہلسنت'' کی جمالیاتی قدروں کے متوالے جسور بھائیو! غیور ساتھیو!

قیامت سے پہلے ہی قیامت بپا ہوگئی-------!!

برزخ سے پہلے ہی برزخ رونما ہوگئی-------!!

احتساب سے پہلے ہی احتساب آکھڑا ہوا-------!!

موت سے پہل ہی موت چیخ پڑی-------!!

جن ہچکوں کی صعوبت میں تم مبتلا ہو''سکرات'' کی تکلیفیں ان کے سامنے ہیچ ہیں -------ماحول تم سے پوچھتا ہے؟-------فرشتے تم سے سوال کرتے ہیں؟ -------حالات تمہارا ضمیر جھنجھوڑتے ہیں۔

من ربك

ما دينك

ما كنت تقول فی حق هذا الرجل

تمہارا رب کون ہے--------؟

تمہارا دین کون سا ہے--------؟

جمال بے عدیل رکھنے والے اس شخص کو پہچانا--------؟

کون ہے--------؟

کس کے لئے ہے--------؟

کیسا ہے--------؟ اور

کیا رکھتا ہے--------؟

تمہارے حالات کی زلزلہ سامانیوں میں بس یہ ذات وجہ سکون ہے۔

تم اپنے مسائل کا حل پوچھتے ہو؟

دماغ سے

دل سے

مرضی سے

نفس سے

روح سے

دوست سے

احباب سے

حاکم سے

محکوم سے

قانون سے

قانون گر سے

گرے گرّ سے

لیکن سچ یہ ہے کہ تمہاری الجھنوں میں سلجھن، تمہاری بے چینیوں میں چین، بس یہی ذات ہے جو واله آں ذات ہے اس میں امن ہے اور ہر راحت ہے، صرف مسائل بتا دینا ہی دانائی نہیں بلکہ دانشمندی حل پیش کرنا ہے اور ہمارے مبینہ مسائل کا کتنا خوبصورت تعین اور ان سے نکلنے کا کتنا عمدہ فارمولا ہماری رغبتوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

ملاحظہ کیجئے!

آفتاب روحانیت زندگی کے افق سے ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ وحی کے نور سے پھوٹنے والی کرنیں آغوش زمین کو بقعہ نور بنائے ہوئے تھیں۔ کروٹیں بدلتے لیل و نہار ہدایت کے اجالوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ہر سمت اور ہر آن، ہر جہت اور ہر دقیقہ ہر طرف اور ہر ساعت سچائیوں کے شبنمی ماحول میں نہائی ہوئی تھیں۔ خدا اور بندے کے درمیان فاصلے زیادہ نہ تھے مکاں اور لامکاں، زماں اور لازماں، خالق اور مخلوق، مراد اور مرید، باعث اور مبعوث، عابد اور معبود کے درمیان صرف دو کمان کا فاصلہ تھا۔ جھوٹ کم تھے اور سچائیاں زیادہ، فریب تھوڑے حقیقتیں وافر، گناہ سسکتے تھے اور نیکیاں جھومتی تھیں، خطائیں نادم تھیں اور اطاعتیں مسکراتی تھیں، لغزشیں تڑپتی تھیں اور اتباعیں خندہ زن تھیں۔ ایسے میں ایک روز کاشانہ رسول ﷺ سے ایک شعلہ نور بھڑکا جس کی چاندنی سے ارض و سما جگمگانے لگ گئے۔ رسول حسن ﷺ محفل میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کی باتیں پھولوں کی پتیاں بن کر طالبان صدق و صفا کی آغوش میں گرنے لگیں اور تاریخ پروانہ وار جذب و جنون سے ایک ایک حرف کو محفوظ کرنے کا مقدس فریضہ سرانجام دینے لگی۔

آج مصطفیٰ کریم ﷺ ارشاد فرمانے لگے:

’’مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے بلکہ فکر یہ ہے کہ یہ دنیا تم پر پھیل جائے گی‘‘

ملت اسلامیہ کے تشکیل وارتقاء ترویج واستعلا کی وہ روحانی اساس جس پر قائم رہ کر وہ تاریخ کے صفحوں پر عروج وبقا کی داستانیں رقم کر سکتے ہیں وہ مادہ گریزی ہے، توکل اللہ علی اللہ ہے، قناعت پسندی ہے اور خودی کی حفاظت میں مشکل پسندی کی عادت کا اپنانا ہے ------ زمانہ عدل کے ساتھ اس بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ مادیت قوموں کے اخلاق کو تباہ کر دیتی ہے -------ہمدردی اور مواخات کا جنازہ نکال دیتی ہے-------بے یقینی کی فضا پیدا کرتی ہے -------بزدلانہ خو جنم دینے کا سبب ہوتی ہے-------موت سے فراری کر دیتی ہے اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی زندگی مکروہ وغلام بنا دیتی ہے۔

اہل سنت کی خوش نسبتی کے نور میں نہانے والو!

جب تک تمہاری صفوں میں جاہ پرست سینہ تانے کھڑے ہیں--------

جب تک تمہاری جماعت میں شہرت خواہ ہنگامہ محشر نظر اٹھا رہے ہیں---------

جب تک تمہارے ’’احزاب وجنود‘‘ میں مادہ ودولت قبلہ مقصود بنے ہوئے ہیں--------

تم اتحاد کی لڑی میں موتی بن کر سج جانے کے قابل نہیں

اللہ اکبر

توڑ دو بت خود پرستیوں کے

اللہ اکبر

توڑ دو صنم خود فریبیوں کے

اللہ اکبر

نکل آؤ ابلیسی حصار سے

بڑے چھوٹوں سے سبق سیکھیں-------ان کا درد سینے میں سجائیں-------ان کے

جذبے چرانے کی سعی کریں۔ کم از کم ان بے چاروں کی چیخیں ہی سن لیں--------ان کی فریادوں پر ہی کان دھرلیں وہ وقت آنے سے پہلے کہ بڑی بڑی قبائیں پھٹ جائیں --------شملوں کے بانکپن تار تار ہو جائیں--------نزاکتوں کے بخیئے ادھڑ جائیں--------چاہنے والوں کے منہ گالی گلوچ سے بھر جائیں--------دعائیں دینے والے ہونٹ بد دعاؤں کا دھواں بانٹیں--------بوسہ زنی کرنے والے وجودوں کی بوٹیاں نوچیں--------زیارتوں کا شوق رکھنے والے نفرتوں سے آنکھیں موندلیں--------بچھانے والے کانٹے اگانے کا اہتمام کریں--------

آسمان کی باتیں کرنے والے بھائیو!

زمین تمھارے پاؤں سے نکل رہی ہے۔

پٹاخ گرنے سے پہلے کچھ سوچ لو!

کچھ کرلو--------!!

عقل خود فریب کے دام فریب رنگ میں الجھنے والے دوستو!

تم جانتے ہو وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

کچھ تم بھی سوچ لو!

کچھ تم بھی کرلو!

عمر پائیدار کی لطیف تاروں پر دولت سازی کی گرہ گری کا شوق رکھنے والے نیک دل ساتھیو!

یہ جان لیوا مشغلہ ہے--------ہو سکے تو کچھ سوچ لو!

بن پڑے تو کچھ کرلو!

تاریخ برف کی طرح پگھلتی جارہی ہے اور تم آنکھیں موندے بیٹھے ہو فقیر درگیر ہونے سے کچھ فائدہ نہیں--------بقا تو کچھ کرنے ہی میں ہے اور کچھ سوچنے ہی میں ہے-------- کتنی عمدہ بات لکھی قرآن نے، کتنا نفیس قول ہے اللہ رب العزت کا

روشنی ہی روشنی

نور ہی نور

رحمت ہی رحمت

فاعتبروا یا اولی الابصار

پس عبرت پکڑو

بصیرت والو

☆☆☆

نعت کیا ہے؟

رسول کریم ﷺ سے محبت سرمایہ اہل ایمان ہے اور محبت میں اظہار عقیدت‘ یادِ محبوب بیان حسن‘ مبالغہ وصف‘ مدحت خلق‘ تحسین سیرت اور تذکار حلیہ فطری امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی دعوت میں جتنی وسعت ہے اس سے کہیں بڑھ کر ان کے چاہنے والوں کی کثرت ہے اور آپ کے چاہنے والے جس قدر مطلع موجود پر پھیلے ہوئے ہیں اس سے بڑھ کر کائنات میں ان کی عقیدت اور محبتوں کا نور بکھرا ہوا ہے جس قدر حضور انور ﷺ سے محبت ومودت‘ عقیدت وتعلق‘ رابطہ وعشق موجود ہے‘ اس سے کہیں زیادہ حضور ﷺ کے حسن وحقیقت کی تعریف کی ضرورت ہے رسالت مآب ﷺ کی مداح ونعت اپنی جگہ عظمت مآب ہے، لیکن یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر انسانیت کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں او شاید محبت اور اظہار محبت کی انہی معنوی حقیقتوں کی نشان دہی رسول کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں فرمائی:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ٥

”تم میں سے کسی کا بھی ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے ماں باپ‘ اپنی اولاد اور سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والا نہ ہو۔“

عربی زبان میں بیان حسن‘ اظہار عقیدت‘ اعتراف حق وغیرہ کے لئے جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ عموماً تعریف‘ مدح‘ ثنا‘ تحمید‘ توصیف‘ شکر اور نعت ہیں اور ان میں سے ہر ایک معنوی اعتبار سے متضاد بھی لایا جاتا ہے۔ بذات خود حضور رسالت مآب ﷺ کی مدح میں یہ تمام مادے مختلف مقامات پر استعمال کئے گئے ہیں لیکن کثرت کے ساتھ جو اصطلاح مدح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں استعمال ہوئی ہے وہ نعت ہے -------- عربی ادب میں اگرچہ رسول کریم

ﷺ کے مدحیہ شہ پاروں کے لئے مدیح ونشید ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں لیکن ''نعت'' سے مراد حضور ﷺ کی نثری یا شعری تعریف لی گئی ہے۔ رسول کریم ﷺ کی نعت میں یہ صحابہ ہی سے مروی ہے کہ

''یقول ناعتہ لم ار قبلہ ولا بعدہٗ''

نعت کیا ہے؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟ اور اسے حضور ﷺ نے بنفسِ خود کن کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔؟

یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب حاصل کرنے کے بعد کسی حد تک نعت فہمی کی ذمہ داری پوری کی جاسکتی ہے۔

''تاج العروس'' میں علامہ حنفی لکھتے ہیں کہ ''نعت'' کا مادہ ''ن ، ع اور ت'' ہے۔ یہ لفظ جب باب ''فتح یفتح'' سے آئے تو اس کا معنی وصف ہوتا ہے اور باب ''تقبل یتقبل'' سے آئے تو اس کا مطلب کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا ہوتا ہے

ابن کثیر کہتے ہیں کہ نعت کا تعلق بنیادی طور پر بیانِ حسن سے ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ''وصف'' اور نعت میں فرق یہ ہوتا ہے کہ وصف میں ''حسن وقبیح'' دونوں بیان کیے جاسکتے ہیں جب کہ نعت صرف اور صرف ''حسن'' ہی کے بیان کے لئے آتی ہے

''ثعلب'' نے نعت اور وصف میں یہ فرق بھی لکھا ہے کہ نعت ذی جسم کی ہوسکتی ہے۔ اور توصیف کے لئے شخصیات ضروری نہیں، یہی وجہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ''اللہ یوصف ولا ینعت'' ''اللہ کی توصیف ہوتی ہے لیکن نعت نہیں'' اس لیے کہ نعت میں مشخصات ضروری ہوتے ہیں۔

اظہری نے ''نعت'' کا معنی ''العتیقن السباق'' بھی لکھا ہوا ہے اس لحاظ سے نعت صرف اس ذات کی ہوسکے گی جو اللہ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ قدیم اور اوصاف وکمالات میں سب سے آگے ہو اور ظاہر ہے کہ وہ حضور ﷺ ہی ہیں۔

''لسان العرب'' میں ابن منظور نے ''نعت'' کا معنی کسی ذات کا اپنی جنس کی دیگر انواع

سے افضل ہونا لکھا ہے۔

''صحاح'' میں جوہری نے لکھا ہے کہ نعت جس وقت باب ''کرم ولکرم'' سے آئے تو معنی اس کا چہرے کا حسین ہونا ہوتا ہے اسی سے ''نعت'' اسم علم بھی استعمال ہوتا ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جس میں رسول کریم ﷺ نے بذات خود لفظ ''نعت'' کو خواص بتانے کے معنوں میں استعمال فرمایا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذات الجنب و رساً وقسطاً وزیتاً یلدبہ''

حلیہ اور اوصاف بیان کرنے کے معنوں میں جامع ترمذی میں رسول کریم ﷺ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی جس میں لفظ نعت استعمال کیا گیا۔

خلاصہ روایت یہ ہے کہ راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دجال کے ماں باپ کو حال وحلیہ ہم سے بیان کیا حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

''نعت لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبہ''

وصف بیان کرنے کے لئے لفظ نعت کا استعمال سنن نسائی کی ایک حدیث میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشھر ھکنا وھکنا وصفق محمد بن عبید بیدیہ ینتتھا ثلاثا''

مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ'' میں یہ لفظ تقریباً پندرہ مقامات پر استعمال ہوا ہے اور نعت کے قریباً سارے ہی معانی مترادفات اور متضادات لائے گئے ہیں البتہ ایک آدھ روایت ایسی بھی نقل کی گئی ہے جس میں بیان حسن کے ساتھ ساتھ بیان قبح کا مفہوم بھی لفظ نعت کے اندر سمویا معلوم ہوتا ہے۔ مسند امام کے الفاظ ''فجائت علی النعت المکروہ ''ہیں رسول کریم ﷺ

کے اوصاف وکمالات اور حال حلیہ کے لئے نعت غالباً سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے استعمال فرمایا۔

اور اسے امام ترمذی نے شمائل میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے "ویقول ناعته لم ارقبله ولا بعده مسنله" اسی طرح سنن دارمی نے "کیف تجدنعت رسول ﷺ فی التواۃ" لکھ کر لفظ نعت کو حضور ﷺ کی ذات کے ساتھ خاص قرار دیا۔

سنن ابی داؤد میں ابواب الدیات اور الصحیح البخاری میں ابواب انبیاء میں علی الترتیب "انه لنعت نالنعت اوریقیت عیسی موسی لنعته النبی ﷺ" میں لفظ نعت بیان احوال اور حلیہ وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا۔

اسی طرح یہ لفظ امام مسلم نے اپنی جامع باب الایمان میں نعت الیه اجل منهم کی صورت میں نقل کیا۔ بعض صوفیاء کے اقوال سے مترشح ہوتا ہے کہ نعت کے معنی سفارش کرنا بھی لایا گیا ہے۔

عربی کی طرح فارسی زبان میں نعت اپنے عمومی مفہوم وصف بیانی اور خصوصی معنوں یعنی ثنائے مصطفیٰ ﷺ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اردو میں اگرچہ معنی وصف گوئی وغیرہ ہوتا ہے، لیکن اب یہ لفظ صرف اور صرف حضور ﷺ کے اوصاف وکمالات کے تذکرے کے ساتھ خاص ہوگیا ہے۔ نعت اور آثار وروایات کی مدد سے نعت کے جو مفاہیم ومطالب حاصل ہوئے ان کی ترتیب یہ ہے:

☆ اوصاف بیان کرنا

☆ جوہر سامنے لانا

☆ حلیہ واضح کرنا

☆ کسی جنس کا اپنی انواع پر فضیلت ثابت کرنا

☆ خواص منکشف کرنا

☆ عمدہ صفات رکھنا

☆ تعریف میں مبالغہ کرنا

☆ کسی شے کا قدیم الاصل ہونا

☆ سفارش کرنا

☆ دوڑ میں آگے بڑھ جانا

☆ صفت کو موصوف کے ساتھ ملانا

☆ ایک خاص نشان رکھنا

☆ حضورﷺ کی مدح وتحمید بجالانا

نعت کے مذکورہ صدر لغوی معانی ومطالب کی روشنی میں اصطلاحی نعت کا موضوع آسانی سے متعین کیا جاسکتا ہے۔نعت کا مدار چونکہ رسول کریم ﷺ کی ذات مسعود ہے‘اس اعتبار سے آپ کی ذات سے لے کر صفات تک‘ آپ کے افکار سے لے کر اعمال تک ،زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو نعت کا موضوع نہ بن سکتا ہو۔ اخلاق،سیرت ، معجزات ،غزوات ،خطبات ،مناجات، معاملات، عادات،تعلیمات،سب تک نعت کا دامن پھیلا ہوا ہے۔نعت کا تعلق چونکہ نثر اور شعر دونوں سے ہے،اس لئے رسول کریم ﷺ کا نعتیہ ورثہ بھی از حد بسیط ہے۔حضرت ابو ہریرہ ؓ کی حدیث دانی، حضرت ابن عباس ؓ کی فقہی معرکہ آرائیاں‘ حضرت ابو بکر ؓ کی سنجیدگی تاریخ،حضرت عمر ؓ کے متین فیصلے ،حضرت علی المرتضیٰ ؓ کا علمی تبحر ،حضرت ابن مسعود ؓ کے قرآنی لہجے، حضرت ابوذر ؓ کی سیاسی سوچ، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی سپاہیانہ سطوت، حضرت عبدالرحمٰن ؓ کا تہذیبی بانکپن ،حضرت حسان بن ثابت ؓ کی پرشوق شاعری، حضرت عبداللہ بن رواحہ ؓ کے کفر سوز رجز، حضرت جعفر ؓ کی خطیبانہ آن بان ،دراصل رسول کریم ﷺ کی نعت ہی کی صورتیں ہیں۔ صحابہ کرام کا یہ نعتیہ شوق ہی تھا کہ رسول کریم ﷺ کی زندگی کے لمحہ لمحہ کو انہوں نے شعروادب میں محفوظ کرلیا اور یہی ان کا ورثہ ہے جو قوموں کے عروج کا سبب بنا اور بجا طور پر انسانیت نے اس سے جلا پائی اور قیامت تک یہ سلسلہ انسانیت کی تقدیر بدلتا رہے گا۔

نعت کے ضمن میں اس کا ایک اہم مادہ بحث شریعت مطہرہ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔احکام

شریعت کی روشنی میں اس موضوع پر بھی دو طرح گفتگو کی جاسکتی ہے۔ ایک تو ایمان کے ساتھ اس کے تعلق کی بحث ہے اور دوسرا جذبہ ایثار و اطاعت اور عمل کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ حضور ﷺ سے محبت رکھنا، آپ کی سیرت کی جستجو کرنا، آپ کے میلانات اپنانا، آپ کی حیات سعید کو سمجھنا آپ کی دعوت کریمانہ کو سننا، آپ ﷺ کے ایک ایک عمل کو محفوظ کرنا اور آپ کے علمی اور دینی سرمایہ کا اگلی نسلوں کی طرف منتقل کرنا، تقاضائے شریعت ہے یہ سب کچھ نعت کا موضوع ہے۔ اس لحاظ سے نعت کہنا، نعت سننا، نعت پسند کرنا، شریعت مطہرہ کا اولین مقصود ہے اور قرآن مجید نعت رسول ﷺ کا ایک انمٹ اور لازوال نقش ہے۔ نثر کے میدان میں حضور ﷺ کے لائق، بلند صفت اور عظیم صحابہ نے بلاشبہ یہ منشائے شریعت پورا کیا ہے البتہ شعری نعت کے میدان میں محبتوں، عقیدتوں اور کیفیتوں کی بھرمار ہے تلمیحات، استعارات اور تشبیہات کے آئینے میں حضور ﷺ کی خوب خوب تعریف کی کوشش کی گئی ہے لیکن آپ کی سیرت وصورت، حسن وجمال، رنگ وادا، دعوت وتعلیم، صداق وامانت، تہذیب وصفات، سیاست ومعاش، معجزات وآیات، حرب وضرب، وقائع وسرایا، امانت ودیانت جودوسخا، فضل وعنایت اور علم وحلم کی تاریخی ضرورتوں کے تحت دامن نعت میں سمونے کی بھرپور کوشش نہیں کی گئی۔ ضرورت جوں کی توں موجود ہے "شاہنامہ اسلام" کی طرز پر نعت رسول ﷺ کی یہ گراں بہا دولت شعروادب کے دامن میں محفوظ کی جائے۔

نعت کا دوسرا تعلق جذبہ ایثار وعمل سے ہے۔ رسول کریم ﷺ کے حلیہ اقدس، آپ کے ظاہر و باطن اور آپ کی سنت و ادا کو رب کریم نے انسانیت کے لئے واجب الاطاعت قرار دیا، گویا حضور ﷺ کی حیات مسعود کے مختلف پہلو جس وقت کلام میں سجیں تو یہ قولی نعت کی صورت بنتی ہے او جس وقت رسول اکرم ﷺ کا دامن پکڑنے والے آپ کی سنتوں کو عمل میں محفوظ کرلیں تو یہ عملی نعت کی صورت بنتی ہے اور بلاشبہ انسانوں کی یہ اشد ذمہ داری ہے کہ وہ نعت کی اس قسم کی طرف بھی توجہ دیں اس لیے کہ ان کی اصل ذمہ داری یہی ہے۔

جہاں تک حضور ﷺ کی مدح وثنا کا تعلق ہے تو وہ کوشش کی جاسکتی ہے نعت گوئی کا حق ادا نہیں کیا

جاسکتا اور بلاشبہ یہ کوشش بھی پروانہ نجات ملنے کے مترادف ہے بقول غالب ہر نعت گو کو یہ کہنا ہی پڑتا ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم

کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

لغت اور تاریخ کے اعتبار سے نعت کا مفہوم اگرچہ بحر بیکراں ہے لیکن عربی، فارسی، ہندی، اردو، پنجابی، پشتو اور بنگالی بے شمار زبانوں کے ادب میں حضورﷺ کی مدح وثنا جو موزوں صورت میں ہو نعت کہلاتی ہے اور اہل فن کے نزدیک اس کی نوعیت ایک مشکل صنف ہے۔

مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''حقیقۃً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے غرض حمد میں اس جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے''۔

اہل ادب کے نزدیک نعت کا مفہوم کچھ بھی کیوں نہ ہو اور اس کے لئے بحروں کے چناؤ میں کوئی بھی طریقہ استعمال کیا جائے ——— اصل ذوق، اہل محبت اور اہل عشق کے ہاں حضورﷺ کا تصور، آپﷺ کی محبت اور پھر ان کی محبت میں رونا، رلانا، ﷺ کی مدح وستائش کرنا، آپ ﷺ کی زیارت کے لئے بیتاب ہونا، دل کی تاروں پر زبان کی ہم آہنگی کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنا، ان کے حکم پر تن من دھن وارنا، ان کے ادب میں حفظ قول وعمل بجالانا سب نعت ہے اور اس لحاظ سے ہر مسلمان نعت گو ہے، نعت پسند ہے، نعت خواں ہے اور نعت گر ہے کتاب وسنت کا تقاضا یہی ہے کہ دنیا کا ہر انسان حضورﷺ کی نعت میں ڈھل جائے۔

☆☆☆

وہ جس نے جماعت کو چھوڑا

انسانی رہنمائی اور ہدایت کا مسئلہ ہر زمانے میں سنجیدہ اور مدبر لوگوں کے درمیان اہمیت کا حامل رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر وہ دور جس کے ڈیوٹ سے رہبری کی مشعلیں لو بانٹنے میں مدھم پڑیں سوچنے والے ذہن غم اور یاس کی یخ بستہ ہواؤں کے سامنے ٹھٹھرنے لگ جاتے ہیں اور ہمہ سوفقدان قیادت کے المیوں پر صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اچھی قیادتیں پیدا کیوں نہیں ہوتیں؟ عبقری لوگ جنم کیوں نہیں لیتے؟ نابغہ روزگار ہستیاں پردہ اخفا سے عالم ظہور میں جلوہ گر کیوں نہیں ہوتیں؟ کیا آغوش فطرت میں اب صرف خذف ریزوں کو لوریاں دی جاتی ہیں؟ کیا صرف راکھ کی چند ڈھیریاں ہیں جنہیں انسان نما پیکروں میں ڈھالا جا رہا ہے؟ کیا یہ ٹھیک ہے کہ اب وہ آنکھیں نہیں رہیں جو آفاق پر لرزنے کڑکنے اور تڑپنے والی بجلیوں کا پیغام پڑھ لیں؟ اور اب وہ ذہن نہیں رہے جو مہر و ماہ کی آمد و رفت سے قضا و قدر کے فیصلوں کا مطالعہ کر لیں؟ کچھ تو ہو گیا ہے کہ سفر جاری ہے لیکن "منزل" بھاگ رہی ہے۔ "تلاش" سرگرم ہے "مقصود" عتاب و عذاب کی پگڈنڈیوں پہ الجھا دیا گیا ہے۔ معصوم بچے کندھوں پر منوں بھاری کتابیں اٹھائے سرگرداں ہیں لیکن ان کی پیشانیوں پر عظمت کا ہلال روشن کرنے والی صاحب تقدیر ہستی جیسے ناراض ہو گئی ہو، اقبال کا شاہین محو پرواز ہونا چاہتا ہے لیکن اس کے پر جیسے ماحول کی ظلم سامانیوں نے شل کر دیئے ہوں۔ مسجدوں کے پیٹ نمازیوں کے سجدوں سے بھرے ہیں لیکن سجدے عبادت کی بھوک سے تڑپ رہے ہیں، خانقاہوں کے پرشکوہ مینار دعوت نظارہ دے رہے ہیں لیکن روحانی خوشیوں کی سڑی ہوئی لاشیں اس ظالمانہ جھوٹے تربیتی نظام کا شکوہ کر رہی ہیں۔ دانشکدوں میں تعلیم و تعلم کے شور و غوغا نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے لیکن سینوں میں جہالت کے گھپ اندھیروں نے "والیل اذا سجیٰ" کا منظر باندھ رکھا ہے۔

مان لیا اور تسلیم کر لیا

قارئین!

کہ قیادتیں پیدا نہیں ہو رہیں لیکن بڑے لوگ ستاروں سے تو نہیں نوچے جاتے

عظیم ہستیاں آسمانوں سے تو نہیں برسا کرتیں

جلیل القدر وجود نہروں سے تو نہیں کشید کئے جاتے

تقدیر بدل ذہن صحیفوں میں تو نہیں اترا کرتے

زمانہ ساز نظریں بتوں سے تو نہیں تلاش کی جاتیں

کارگہ حیات میں ہر چیز کے ہونے کا ایک دستور ہے-------- جولانگاہ تقدیر میں ہر امر کے ہونے کا ایک اسلوب ہے-------- نگار خانہ آدم میں ہر نقش میں حیات آفرینی کا ایک قانون ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ (الفتح 23:)

''اور ہرگز تو اللہ کے طریقہ میں تبدیلی نہیں پائے گا''۔

سو آؤ دیکھتے ہیں کہ عظمتیں ملنے کا حقیقی راستہ کون سا ہے اور ہم عظمتیں ڈھونڈنے کدھر جا رہے ہیں--------

ہماری نظریں کیا تلاش کر رہی ہیں--------

ہمارے قدم کس جانب بڑھ رہے ہیں---------

ہم شان و شوکت کے دلدادہ ہیں لیکن اہل عقد و کشا کو دیکھ کر فریب خوری، فریب دہی، فریب زنی، فریب خواہی، فریب پسندی اور فریب آرائی کو ہم شان و شوکت تک پہنچنے کا واحد راستہ قرار دے رہے ہیں۔ ہم عزت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں لیکن مادہ و دولت کی حرص بے جا نے ہمیں ایسا مخبوط الحواس بنا رکھا ہے کہ دنیا پاگل خانہ نظر آ رہی ہے، جیسے اس میں سب مجنوں ہی رہ رہے ہوں۔ ہم سچے علم تک پہنچنے کی معصوم تمنا رکھتے ہیں لیکن جس نظام تعلیم کی دلدل میں ہم الجھے

ہوئے ہیں وہاں صرف کوڑیوں کا دھندا ہوتا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ انسانی خدمت کا کوئی منصب ملے تو رات دن ایک کر کے ملت کا نام روشن کریں لیکن منصب جب جھک کر سلامی دیتا ہے تو ہماری ترجیحات بدل جاتی ہیں شاید پھر ہم سوچتے ہیں کہ ہماری پوجا کی جائے پرستش ایسی پرستش کہ ہمیں کسی کے سامنے سر اطاعت قلندہ نہ کرنا پڑے۔

مجھے وہ لطیفہ کبھی نہ بھولے گا کہ ہمارے ملک کے ایک معروف بیوروکریٹ کا جب انتقال ہو گیا تو ان کے ایک ساتھی کہنے لگے کہ مرحوم ممدوح تو اویسیہ کے بزرگوں میں سے تھے ساری عمر انہوں نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا۔ محفل سے ایک قلندر نے کہا، بیوروکریٹس جتنے بھی ہوتے ہیں ساری عمر اپنے آپ کو چھپائے رکھتے ہیں تا کہ نہ کسی سے شناسائی بڑھے کہ خدمت ارزاں ہو اور نہ کسی کی اطاعت کرنی پڑے ——— پرستش ہوس پرستش ——— پوجا نفس کی، خواہش کی اور آرزوؤں کی۔

قرآن مجید کا ارشاد سنیئے:

اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثیہ:23)

''کیا آپ نے دیکھا اُس شخص کو جس نے اپنی خواہش ہی کو الہ بنالیا''۔

یاد رکھیئے! مضبوط قیادت ایسی قوم میں پیدا ہوا کرتی ہے جس کا اجتماعی اور جماعتی نظام مضبوط ہوا کرتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ بڑے لوگ ارض حجاز میں پیدا ہوئے۔ زمین نے آج تک اتنا سونا نہیں اگلا ہو گا جتنے بڑے لوگ اس سرزمین نے پیدا کیے ہیں۔ یہ فطرت کی وہ عظیم دانش گاہ ہے جہاں سے عظیم لوگ اس طرح برآمد ہوئے جیسے آسمان سے بارش کے قطرے رم جھم برسنے لگ جاتے ہیں۔

آخر یہیں یہ سب کچھ کیوں ہوا؟

اس لئے بھی کہ یہاں انسان ساز قیادت مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں موجود تھی اور اس لئے بھی کہ یہاں کے رہنے والوں نے اپنا جماعتی اور اجتماعی تشخص اس قدر اجاگر کر لیا تھا کہ وہ فردی حیثیت میں زندہ نہیں رہتے تھے بلکہ ان کے ہاں زندگی کا تصور جماعت اور اجتماعی فلاح تھی۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے جس نے جماعت کو چھوڑا گویا اس نے اپنے آپ کو دوزخ میں پھینک دیا۔''

ایک سچی اسلامی زندگی کا تقاضا مسلمانوں سے یہ تھا کہ وہ اپنی شیرازہ بندی کرتے اور ایک معاملہ فہم، سنجیدہ، صاحب علم، فضل بے تاب، عشق آگاہ شخص کو اپنا امیر منتخب کرتے اور پھر اپنے صدقات فاضلہ و واجبہ اسی کے سپرد کرتے جن سے وہ اپنی جماعت کی کفالت کرتا لیکن ہوا یہ کہ مسلمانوں نے بجائے اس کے کہ کسی ایک امیر پر متفق ہوتے فروعی مسائل میں اس قدر الجھے کہ اسلام کے جماعتی نظام کو دھچکا لگا۔ وہ اسلام جو تین سفر کرنے والے مسافروں کے لئے بھی یہ لازم رکھتا کہ وہ ایک امیر منتخب کریں اور پھر سفر کا آغاز کریں اس قدر اپنے فکری مرکز سے دور ہٹ گیا کہ نظام امارت اور نظام جماعت دونوں تباہ ہو گئے اور زکوٰۃ اور عشر تک خالصۃً دینی اقتصادی دفعیے بھی غلط کار حکمران اور فاسق فاجر لوگ اکٹھے کرنے لگ گئے۔

یاد رکھئے!

کہ بغیر دور رس اقتصادی منصوبہ بندی کے دیر تک لوگوں کو نفلوں اور وظائف پر راضی نہیں رکھا جا سکتا۔ بہر طور مسلمانوں کے کسی ذی حیات، ذی شعور اور ذی عشق طبقہ کو خالصۃً اس نوعیت کا فکری، عملی اور تحریکی سفر شروع کرنا ہو گا اور بغیر خوف لومۃ لائم اپنے آپ کو اٹھا کر اس آغوش تربیت میں ڈالنا ہو گا جس نے اس نوعیت کے زبردست انسانیت ساز انقلاب کی بنیاد رکھی تھی میری مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر با او نہ رسیدی تمام بولہبی است

یہ سب بڑی باتیں ہیں چلیئے چھوٹی سطح پر ہم ان اصولوں کی جستجو کرتے ہیں جن سے انسانی اعمال نتیجہ خیز ہوتے ہیں اور قومیں اور ملتیں ''خیر اُمت'' جیسی میٹھی اور حسین منزل تک رسائی

حاصل کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ بات طے شدہ ہے کہ کامگاری کا وصال آفرین زینہ اطاعت مصطفیﷺ ہے تاہم پھر بھی یہ بات ذہن کی گرفت میں رکھنے کے قابل ہے کہ زندہ ادارے اور حسین نیتیں ہی ملت ساز ثابت ہوتی ہیں وہ دل جو بننے سنورنے کا جذبہ نہیں رکھتے کامیابی کی لذت سے محروم رہتے ہیں اور وہ دماغ جو بنانے اور سنوارنے کا عزم نہیں سجاتے وہ فلاح کی خوشبوؤں سے مسرور نہیں ہو سکتے اور حسن نیت کی اظہر من الشمس علامت بے لوث جدوجہد ہوتی ہے۔ دیکھتے نہیں کہ ہر رسول اور ہر نبی واضح اعلان کرتا ہے کہ میں اپنے کام پر کسی قسم کے معاوضے کا اعلان نہیں کرتا۔

اب دیکھ لو اپنے قائدین کو

سیاست کے بانیوں کو

الفاظ اور کلمات کی آگ سے اپنی قوم کو جلانے والے مفکرین کو

عوامی جلسوں میں جذبات کی لہروں پر زہریلے تعفن کے خالق خطباء کو

ٹٹولو ان کے سینوں کو---------

غور سے پڑھو ان کی پیشانی کو---------

دھیان جماؤ ان کی خود فراموشی اور قوم فراموشی کی کالک میں ڈوبی ہوئی لن ترانیوں میں اور خود بتاؤ، فیصلہ کرو کہ اپنے شرف و عزت کے خلعت کو پارہ پارہ کرنے والے، تقدیر ملت کی مانگ سے رونق چھیننے والے نالائق انسانوں میں کوئی ایک بھی ایسا ہے جو جرأت سے یہ اعلان کر دے۔

اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ (ھود:51)

''میرا اجر بس مجھے پیدا کرنے والے کے پاس ہے''۔

حضرت امیر المؤمنین عمرؓ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''رب کریم!

میرے ہر عمل کو صالح بنا دے

میں جو کچھ کروں اسے اپنی رضا کا رنگ دے دے

اور کسی کو معاملات میں اس طرح شریک نہ کر کہ تیری

رضا پر وہ غالب آجائے‘‘

حسن نیت کے بعد حسن طلب، حسن جستجو، حسن علم، حسن آرزو، حسن حقیقت، حسن سفر مایہ، فوز و فلاح کی کلید فتوح ہوتی ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ زندگی کا ہر دوڑتا ہوا لمحہ کسی گزرے ہوئے لمحے ہی کا وارث ہوتا ہے اور ہر آج کسی کل کا درخشندہ یا پژمردہ عکس ہوتا ہے۔ کچھ یہی حال قوموں اور ملتوں کا واقع ہوا ہے۔ آنے والے جانے والوں کے دیئے گئے سرمایہ فکر و نظر کے مظہر ہوتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حکما کے نزدیک سب سے بڑا دانشمند ------ صاحب حکمت ------ علم دیدہ ------ فضل ور ------ لائق اور نابغہ روزگار وہ ہوتا ہے جو ہمہ دم اپنی ذات پر سوچ کی یہ گرفت مضبوط رکھے کہ وہ جانے والوں سے کیا سیکھتا ہے اور آنے والوں کے لئے چھوڑتا کیا ہے۔

یاد رہے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوتا جو بُرائی کرتا ہو بلکہ ہر بُرائی کرنے والا بُرائی سیکھتا ہے، کچھ یہ معاملہ نیکی کا ہے کوئی شخص نیکی کرتا نہیں نیکی سیکھتا ہے۔ اگر کسی حد تک انسانی عمل کا یہ مشاہداتی تجزیہ درست ہو تو انسانوں کی اصلاحی ضرورت یہ ہوگی کہ وہ خوب سوچیں کہ وہ ہمہ دم سیکھتے کیا ہیں اور سکھاتے کیا ہیں۔ کس سے سیکھتے ہیں اور کسے سکھلاتے ہیں۔ گویا بات صرف انتخاب نظر کی ہے، صحت اقدام کی ہے اور درست فیصلہ کی ہے اگر آپ یہ کر لیں تو پھر آپ متقی بھی ہیں نیک بھی ہیں

ایمان والے بھی ہیں

اور اسلام والے بھی ہیں

بلکہ

خوب اور خیر کمانے والے عظیم انسان ہیں

لیکن اگر آپ کی تاریخی نسبت غلط ہوگئی اور نظر انتخاب فریب کا شکار ہوگئی اور قوت فیصلہ کا چراغ بجھ گیا، نہ جانے والوں کو آپ پرکھ سکے اور نہ آنے والوں سے آپ صائب انتخاب کر سکے تو

پھر سمجھیں کہ شخصیت میں انحطاط شروع ہوگیا اور اس سے یہاں ایک بات کھل گئی کہ حسن نیت ہو یا حسن طلب دونوں کے لئے کسی اچھی، خوبصورت، اعلیٰ کامل، متواضع، علم منداور وفا شعار شخصیت کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنا ازبس ضروری ہوتا ہے۔ اس کے بغیر شبانی سے کلیمی دو قدم نہیں رہ سکتی۔ دنیا میں عظیم وہی بنتا ہے جو کسی عظیم ہستی کے سامنے اپنے آپ کو مٹاتا ہے، جو یہ نہیں کر سکتے وہ شرف و عزت نہیں پا سکتے۔ یہاں اصول یہ ہے کہ جھکو گے تو بڑھو گے مٹو گے تو پاؤ گے دبو گے تو اٹھو گے۔

جو کسی کے لئے کسی سے ہجرت نہیں کرتا وہ وصل کی خوشیوں سے بہرہ مند نہیں ہو سکتا۔ جو کسی کے لئے لذت کش انتظار نہیں رہتا اس کے لئے کوئی منتظر نہیں ہوتا، جو کسی کی خدمت کرنے کی بار کشیاں نہیں لیتا کوئی اس کے جوتے اٹھانے کو باعث لطف نہیں سمجھتا۔

جیسا کرو گے ویسا بھرو گے

بڑوں کے سامنے مٹ جاؤ اور بڑے بن جاؤ شاید بڑا بننے کے لئے اس سے زیادہ کارگر کوئی نسخہ نہیں ہو سکتا۔

کیا خوبصورت ارشاد ہے حضور ﷺ کا کہ آپ فرماتے ہیں:

''اونٹنیاں سو ہوتی ہیں لیکن سواری کے قابل ان میں سے کوئی ایک ہی ہوتی ہے''

قیادتوں کا جوہر ہر فرد میں نہیں ہوتا لیکن عظمتوں کے حصول کے لئے اصولوں کے پل صراط پر ہر شخص چل سکتا ہے۔ روشنی سب کو دعوت دے رہی ہے۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

☆☆☆

فکر بنات

اعلیٰ انسانی اقدار کو بحال کرنے والی وہ کامیاب اور فیض بخش تحریک جس کا آغاز محسن کائنات حضرت محمد ﷺ نے دعوت نور رساں سے کیا، مرد اور عورت ہر دو کی مخلصانہ کوششوں سے مزین دکھائی دیتی ہے۔ تحریک حق کو پہلے مرحلہ پر ہی شدائد و کرائب کی آندھیوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جس طرح مالی اور جانی مدد فراہم کی وہ تاریخ کے طالب علم سے پوشیدہ نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ اسلامی تحریک کا وہ پہلا ''قوام'' جو خوشحال مستقبل کی مضبوط اساس ثابت ہوا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کا پاکیزہ شباب، ابوبکر صدیق کے متین تجربات، علی المرتضیٰ کا معصوم بچپنا اور خدیجۃ الکبریٰ کی عفت آراء نسوانیت بہترین عنصر ہے۔ اس وقت ایک بار پھر انسانوں کو یہ بنیادی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے کہ عورت ام المومنین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان اصولوں اور تعلیمات کی شمع خود روشن کرے جس کی ضیاء اور نور میں ''اسلام'' اپنے بھرپور اور جامع نظام سے انسانیت کی تقدیر بدلنے میں کامیاب ثابت ہو سکے۔ یہ بات بغیر کسی شک کے کہی جا سکتی ہے کہ عورت جب تک ''غلبہ اسلام'' کے لئے اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں کرے گی انقلاب حق کے راستے ہموار نہیں ہو سکیں گے۔

وہ عورت جس کے سینے میں ملت کی زبوں حالی کا گہرا درد ٹیسیں مار رہا ہو اور اس کے دماغ میں رسول اللہ ﷺ کی اُمت کی عالمگیر شکستگیاں طوفان اٹھا رہی ہوں یقیناً وہ ہر قیمت پر چاہے گی کہ سفینہ ملت بحر اضطراب سے نکل کر کسی نہ کسی طرح ساحل آشنا ہو۔ اس راہ میں حضور ﷺ کے غلام مردوں کی طرح عورتوں کو بھی جو قربانیاں دینی پڑیں گی وہ اس سے دریغ نہیں کریں گی۔

موجودہ حالات میں فکری اور عملی نقطہ نظر سے مسلمان جس بے حسی جمود اور نظریاتی بے راہ روی کا شکار ہیں، شاید مسلمانوں کی تاریخ میں ایسا موقع کبھی نہیں آیا، مغرب زدہ کلمہ گو، مادہ پرست

مفکرین، جدت گزیدہ علماء، شیطان خو مجتہدین اور کفر خواہ قائدین جہاں اسلامی روایات اور اصولوں کو بری طرح تلپٹ کر رہے ہوں وہاں ان کی کوشش ہمیشہ ہر دم اس ڈگر پر رہتی ہے کہ اسلام پر دل وجان سے فدا ہونے والے سادہ دل مسلمانوں کے افکار و عقائد کو برباد کیا جائے۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ غلط پروپیگنڈہ عورتوں میں کیا جا رہا ہے اور اس کا نظریاتی اعتقادی اور عملی ناتا اسلام سے توڑنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ مرد کی نسبت کم رکھا ہے، کبھی یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ شریعت میں عورت اور مرد کی گواہی برابر قرار نہیں دی گئی اور کبھی یہ کہ عورت اور مرد کی دیت میں فرق کیوں ہے اور بعض جذباتی لوگ تو خدائی حکمتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عورت اور مرد کے درمیان حائل نفسیاتی، عملی اور طبعی بنیادوں کو منہدم کر کے عورتوں میں سستی شہرت کے حصول کے لئے خدا کی ناراضگی تک مول لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ تند اور تیز تقریروں اور فاسد ہڑتالوں سے خدائی قانون کی لابدی اور اٹل دفعات کو تھوڑا ہی منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت ہماری قوم گر رہی ہے، ہمارا کردار مجروح ہو چکا ہے، ہمارے دانش کدوں اور تربیت گاہوں میں دانش و بینش اور خیر و صلاح داموں کے عوض بکتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں بھی ''رشوت اور سفارش'' کا مہلک مرض بری طرح سرایت کر گیا ہے۔ اس قوم کا کیا بنے گا جس کے ہاں ریلوے کا ٹکٹ بھی واقفیت، شناسائی اور رشوت کے بغیر نہ ملتا ہو۔

ان حالات میں اپنی گرتی ہوئی اور دم توڑتی ہوئی قوم کا آخری سہارا نئی نسل کے نوجوان اور ''خواتین'' ہیں اور اگر ہم غلطی نہیں کھاتے تو اسلامی تحریک کا ثمر بار انقلاب بھی دو رخ رکھتا ہے ایک گھر کے اندر جہاں انقلاب کی ضمانت ''عورت'' دے سکتی ہے اور دوسرا گھر سے باہر جہاں انقلاب کی گھنٹی نوجوان بجا سکتا ہے۔

ہمارے معاشرے کا نصف حصہ نہ صرف عورتوں پر مشتمل ہے اور مردانہ معمولات سے

لبریز سوسائٹی کی ریڑھ کی ہڈی بھی ''عورت'' ہی ہے لیکن ستم یہ ہے کہ اس کی تربیت کے لئے نہ تو ہم نے قومی سطح پر اور نہ ہی دینی سطح پر مناسب اور فعال لائحہ عمل ترتیب دیا۔ جس معاشرے کی اسی فیصد خواتین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے عاری ہوں وہاں مصطفوی انقلاب، نظام مصطفیٰ اور اسلام ایسے عالی اور نور آفرین نظریات کی بالادستی کیسے قائم ہو۔ قومی زندگی کا یہ وہ گوشہ ہے جسے آباد کرنے اور منور کرنے کی اولین ضرورت ہے۔ زعمائے ملت نے اگر اس طرف توجہ نہ دی تو شاید یہ ناممکن نہ ہو کہ مشرق مغرب بن جائے اور پھر شرافت اور حیا کی بیٹیاں تھور بن کر قوم کی جڑوں میں بیٹھ جائیں۔

اسلام نے ''انقلاب'' کے لئے عورت کو جتنی اہمیت دی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم نے رسول کریم ﷺ کے ماننے والوں کو ''اُمت'' سے تعبیر کیا اور اُمت ''ام'' سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ماں ہوتا ہے۔ کیا اس کا صاف یہ معنیٰ نہیں کہ حضور ﷺ کا پیغام اس وقت تک انقلابی سطح پر مؤثر نہیں بنایا جاسکتا جب تک کہ قوم کی عورتوں کو پاکیزہ، تقدیر بدل اور ملی سوچ کا حامل نہیں بنا دیتے۔ یہاں پہنچ کر مسلم خواتین کو بھی سوچنا ہوگا کہ انہیں کتنے بڑے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔ جتنی بڑی نعمت کسی کو ملے اتنا ہی اس پر شکر واجب ہوتا ہے۔ اس وقت مسلم خاتون بھی مردوں کی طرح عجیب سی صورتحال کا شکار ہے۔ غیر مسلم مفکرین نے عورت کو بنیادی ذمہ داریوں سے بے گانہ بنا دیا ہے۔ اباحیت، عریانیت، فحاشی، آزاد خیالی، سطحیت، بے فکری ایک عذاب بن کر خواتین کو چمٹ گئی ہے۔

ہماری قوم کو ماں کی باعث اقدار گود سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ایک مغربی مفکر نے کہا تھا کہ ماں جتنی بڑی ہوتی ہے بیٹا اتنا ہی عظیم پیدا ہوتا ہے۔ فاطمہ نہ ہو تو شبیر کیسے پیدا ہو۔ ماں عظیم نہ ہو تو محمد بن قاسم کیسے بنتے، طارق بن زیاد تاریخ کیسے رقم کرتے، انقلاب کی خشت اول گھر ہوتا ہے اور گھر کی تقدیر عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ چاہے تو وہ ماحول کو پیرس کی گلی بنا دے اور چاہے تو مدینہ کا ماحول گھر کھینچ لائے۔

قوم کی بیٹیوں اور ملت کی ماؤں سے ہمارا سوال ہے، ہماری التجا ہے، درخواست ہے اور دردمندانہ اپیل کہ وہ سوچیں اور خوب سوچیں کیا انہیں اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا کیا ہے یا ان کی تخلیق کا بھی کوئی مقصد ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ''قیام دین'' کے لئے منزل محبت کی طرف رواں دواں ''خواتین'' کی سنجیدہ اور متین جدوجہد کے بغیر عافیت کے ساتھ گوہر مقصود حاصل نہیں کر سکتا۔

قوم کی بیٹیو!

تم سے ملت کا مستقبل وابستہ ہے

تمہاری آغوش سے فلاح اُمت کی صبحیں پھوٹ سکتی ہیں

تمہاری غیرت ارتقاء و بقا کی تاریخ رقم کر سکتی ہے

تمہارا حیا زندگی کے سمندر میں پاکیزگی کا تلاطم پیدا کر سکتا ہے

تمہارا دردمند سینہ اپنے دم جستجو اور نفس کفر سوز سے ملی صفیں منظم کرنے میں دقیع کردار ادا کر سکتا ہے

تمہاری راتوں کے جگراتے قوم کا مقدر جگا سکتے ہیں

تمہاری مصیبتیں

تمہاری تکلیفیں

تمہارے مصائب

تمہارے کرائب

رنگ لا سکتے ہیں

نور کی کہکشاں سجا سکتے ہیں رحمتوں کی برکھا لا سکتے ہیں

تم سمٹ جاؤ

تو

قوم پھیل سکتی ہے

تم

گھر میں ذمہ داری سنبھالو

تو قوم ارض وسما پر غلبہ پا سکتی ہے

میری بہن!

تو مغرب کی بیٹی نہیں

مشرق کی عزت ہے

تیرے سر پر فرنگ کا سایہ نہیں

گنبد خضرا کی چھاؤں ہے

تیری زندگی کا مقصد تعیش نہیں زندگی ہے

زندگی برائے زندگی ہے

زندگی برائے بندگی ہے

تیرے دماغ کے فطری خطوط سے دنیا پرستی نہیں خدا پرستی کی جھلک سامنے آنی چاہیئے

قوم کے حسین خوابوں کی تعمیر تو ہے

مشتاقان جمال نبوی کی تنویر تو ہے

تصویر کائنات کا رنگ تیرا وجود ہے

تیری گود

تیری مہد

تیری آغوش

تقدیر ہے اور حوصلہ

عزم ہے اور جہاد

تیرے پاس کیا نہیں

اے بنت اُمت! کیا یہ کافی نہیں

کہ تیرے شجرہ تربیت میں خدیجہ کا نام ہے، عائشہ کی تاریخ آتی ہے، فاطمہ کا حوالہ ملتا ہے، زینب کی شجاعت ابھرتی ہے۔

حوا تو ہے

مریم تیرا نام ہے

تقدیس تو تھی اور

تربیت تیرے دم سے تھی

کہاں گئی عفت

کہاں گیا ولولہ تعمیر

اور کہاں چھوڑا حسن حیا

معاف!

معاف!

اور معذرت صد معذرت!

مجھے تلاش ہے میری تاریخ کی

اور میری تاریخ تیرے ہاتھ میں ہے

میری بہن! قوم گیند نہیں ہوتی اور ملت عطر دان نہیں ہوتی

ہو چکا جو ہونا تھا، کرلیا جو اغیار نے کرنا تھا اب باطل کا دور نہیں نور کا زمانہ ہے

اب مغرب کالات ومنات نہیں چلے گا الٰہ ہوگا، خدا ہوگا

حضور ﷺ ہوں گے حیا ہوگا با خدا ہوگا

اٹھ اپنا کردار ادا کر

ان کاموں سے بچ جن سے رسول خدا نے منع کیا ہے

تو تحریک مصطفوی کی نیک دل اور جانباز کارکنہ ہے

تجھے دنیائے کفر کی بے لگام خواتین کے نقش قدم پر نہیں چلنا چاہیئے

دین دشمن تحریکوں کا آلہ کار نہیں بننا چاہیئے، بھٹکے افکار اور الجھی سوچوں کے دھاروں پر نہیں چلنا چاہیئے، تیری زندگی کا اپنا منشور ہے تیرا اپنا ایک نظام حیات ہے۔

تیرے پڑھنے کے لئے اپنی ایک کتاب ہے، تیری قیادت کے لئے تیرے اپنے رسول ﷺ ہیں، تیری اپنی ایک تہذیب ہے، تیری تمدن کا اپنا ایک بانکپن ہے۔

گھروں کی اونچی اونچی دیواریں تیری قید کی علامت نہیں

تیری عظمت کی دلیل ہیں۔

حیا کی چادر قدامت نہیں پاکیزگی کی برہان ہے تیری دبی لچی آواز بزدلی نہیں۔ عصمتوں کا وقار ہے۔ تیری جھکی پاک نگاہی تہذیبی سرقہ نہیں۔ تمدن کی اصلاح ہے۔ بچوں میں رہنا تیرا بچپنا نہیں ملت کی رگ تقدیر میں خون حیات ہے۔

فاطمہ کی بیٹی!

عائشہ کی لخت جگر!

جب تک سورج طلوع نہ ہو دن نہیں چڑھتا۔ جب تک عورت نہ سلجھے رونق ہستی ماند رہتی ہے۔ تو سلجھے تو دنیا جنت بداماں تو الجھے تو نار بداماں۔

زشام ما بروں آور سحر را

بہ قرآں، باز خواں اہل نظر را

تو می دانی کہ سوز قرات تو

دگرگوں کرد تقدیر عمر را

اسلام کی تاریخ میں بلاشبہ عورتوں کے نیک جذبوں، پاکیزہ امنگوں، ستھری سیرتوں اور

عفت مآب کرداروں نے انقلاب بپا کیا۔ وہ بھی عورت تھی جس نے فرعون کے گھر صداقت اور حریت کا نعرہ آتشیں لگایا اور قرآن حکیم نے قابل رشک انداز میں اس کا ذکر کیا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (التحریم:11)

''اور اللہ نے ایمان والوں کے لیے ضرب المثل بیان فرمائی ہے فرعون کی عورت کی جب اُس نے عرض کی اے میرے پروردگار! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اُس کے کرتوتوں سے نجات بخش اور ظالم لوگوں سے خلاصی عطا فرما''۔

اور وہ بھی عورت تھی جس نے اپنے سوز قرات قرآن سے عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر کو دگرگوں کردیا۔ کربلا کی تاریخ جور وستم میں حوصلوں کے جو چراغ زینب رضی اللہ عنہا نے روشن کیے ان کا نور وسرور الفاظ میں سمونا ازبس دشوار ہے۔

میری بہنو! تم میں سے بہت سی خوش بخت خواتین ایسی ہیں جن کے نام ان کے والدین نے بڑی عقیدتوں سے عائشہ وفاطمہ رکھے ہیں۔

اگر آپ مغرب کی ڈپی نہیں

روزی نہیں

اور

چمپا نہیں

رومان نگر کی اگر آپ لیلیٰ نہیں

ناگن نہیں

ہرنی نہیں

بلکہ فاطمہ ہو

عائشہ ہو

خدیجہ ہو

حلیمہ ہو

زینب ہو

اسما ہو

عاتکہ ہو

حفصہ ہو

اور

سودا ہو

تو ہمیں تلاش ہے ان ماؤں کی جن کے لہجوں میں قرآن کا غنا ہو--------!

جن کے ماتھوں میں سجدے تڑپ رہے ہوں--------!!

جن کی آوازوں میں حق وحقیقت کی بجلیاں ہوں--------!!

جن کے ہاتھوں پر ملت سازی کے لئے دعاؤں کا رعشہ ہو--------!!

جن کی رات سوز عبادت میں گزرتی ہو--------!!

اور

جن کے دن گھر کو تشکیل ملت کا گہوارہ بنانے میں بسر ہوتے ہوں--------!!

ہمیں ضرورت ہے ایسی بہنوں کی جو اپنے ویروں کو حضور ﷺ کے دین کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کریں--------!!

ان کی زبانیں رجز خواں ہوں، با قرآں ہوں، اور حدی خواں ہوں

اور یہ بھی کہ وہ اپنی عصمتوں کی حفاظت میں تیغ براں ہوں

مولا! اس ماں پر میری نسل فدا ہو جائے جو مجھے پھر سے صلاح الدین ایوبی دے، طارق بن زیاد دے، محمد بن قاسم دے ہاں اور پھر مجھے میری تاریخ دوبارہ مل جائے۔ میری عزت بحال ہو جائے ملت اسلامیہ باعروج ہو جائے اور کفر کے کانچ محل گر جائیں۔

اقبال نے کیا خوب کہا:

اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

ہمیں شناخت چاہیئے

یہ سڑک پر کون جا رہا ہے

حیا کی چادر پھاڑ کر

غیرت کا جنازہ نکال کر

ناز عفت کا آبگینہ توڑ کر

شرم کا جامہ اتار کر

خاوند سے بگڑ کر

بھائی سے الجھ کر

باپ سے ٹھن کر

ماں کو سادگی کا طعنہ دے کر

خالق کو بھول کر

مصطفیٰ کو چھوڑ کر

سر بازار

اتنی بے باکی

اتنی بے کشی اور دیدہ دلیری

الحفیظ والامان

میرے اللہ!

آگ لگ جائے اس قانون کو جس نے مؤنث کو مذکر بنا دیا اور مذکر کو مؤنث بنا دیا۔ دانش کدے بدتمیزی کے طوفان اٹھانے لگے۔ خیر شر ہونے لگی اور شر کا نام خیر ڈالا جانے لگا۔ عورت اور مرد مخلوط ہوئے تو زبان شیطان نے کلچرڈ ہونے کا لقب گھڑا۔

لوگو! پرانے ہو جاؤ اتنے پرانے کہ دور مصطفیٰ لوٹ آئے۔ تمہاری بچیاں اور بیٹیاں، بہوئیں اور بہنیں باحیا ہو جائیں اور باخدا--------!!

میں تو سوچتا ہوں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کو "ایھا المزمل" چادر والے نبی کہہ کر اس لئے پکارا ہو کہ کسی کی بیٹی کہیں اتباع کی آڑ میں چادر نہ اتار پھینکے۔ اگر حضورﷺ کا حسن بھی "مزمل" میں پنہاں ہے تو بنات ملت کا حسن چادر، چار دیواری اور پردہ و حجاب ہی میں مضمر ہے۔ اقبال اسی نکتہ کو بڑے حسین اسلوب میں ادا فرماتے ہیں:

جہاں تابی ز نور حق بیا موز
کہ او با صد تجلی در حجاب است

عورت سورج ہے اور آفتاب!! دیا نہیں، چراغ نہیں کہ جو جدھر چاہے ادھر لے جائے۔ عورت سورج ہے، چاند ہے، کہکشاں ہے جو نور بھی دیتے ہیں اور اپنی تجلی سے صد تاریکیوں کے پردے چاک بھی کرتے ہیں، لیکن اپنا محل، اپنا محور، اپنی منزل اور اپنا مقام نہیں بھولتے اور نہیں چھوڑتے

ایک اور بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے خدا اور اللہ نے عورتوں کو اجنبیوں کے سامنے آراستہ ہو کر پیش ہونے سے منع فرمایا۔

ارشاد باری ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (النور:31)

''اور مومن عورتوں سے فرمایئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں ہاں جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنی چادروں کو اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں''۔

میری بہن! زینت بری چیز نہیں، اچھا پہننا اور اچھا کھانا جرم نہیں، جرم تو حسین تصورات کی بستیوں میں بے راہ روی کی آگ روشن کرنا ہے۔

جذبات کے ٹھہرے سمندروں میں جنس پرستی کا ہیجان پیدا کرنا ہے۔ حسن سیرت کے نازک آبگینے سے جمال حیات نچوڑ لینا ہے۔ بلاشبہ مرد جس وقت بھوکا ریچھ بن جائے اور عورت اپنی زینت کھول کر متاع بازار بن جائے تو معاشرہ کی پاکیزگی کی ضمانت فراہم نہیں کی جاسکتی۔ یہ کہنا بھی بجا کہ اعمال میں نیتوں کا بڑا دخل ہے لیکن اعمال کی دنیا میں صرف نیتیں ہی کام نہیں کرتیں بلکہ سعی وکسب کا بھی بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ بے کردار معاشرے دراصل برے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں، وگرنہ فطرت بذات خود حسن نیت کی ذہنیت رکھتی ہے۔

قرآن حکیم کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ

لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

''انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں''۔

زینت صرف بالوں کے اندر نہیں

زینت صرف ملبوسات کے ڈیزائن نہیں

زینت صرف آرائش کے قرینے نہیں

زینت صرف زیورات کی چمک نہیں

زینت صرف خوشیوں کی مہک نہیں

چہرہ زینت

بدن زینت

قدم زینت

عورت کا ہر جزو زینت

اور صنف نازک سرتا قدم زینت

بہنو سنیئے!

کہ عورتوں کو مناسب نہیں کہ وہ اپنی زینت ظاہر کریں۔

دوپٹے، چادریں لباس اور برقعے پردہ کے لئے ہوتے ہیں۔

ستم یہ ہے کہ انہیں ہی اگر زینت بنا دیا جائے تو کیا اللہ کو راضی رکھا جا سکتا ہے!

بال کاٹ کر!

ڈوپٹہ گلے میں لٹکا کر!

لباس جسم سے چمٹا کر!

زیور بدن پر سجا کر!

اور پھر گلی گلی، چھن چھن، چھم چھم چلنے کے ایسے انداز کہ گھوڑوں کی ٹاپ بھی مات کھا جائے

سنو اور غور سے سنو!

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ (النور: 31)

''یہ عورتیں زمین پر ایسے زور سے قدم نہ رکھیں کہ (آواز سے) ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے''۔

نرم گوئی، نرم خوئی

نرم مقالی، نرم خیالی

اور

لہجوں کا دھیما پن

نظروں کی لجاجت

لے کی مٹھاس

نرم دم گفتگو اور گرم دم آہنگ جو

حسن سیرت کا ایک پہلو ہے، جمال اخلاق کی ایک جہت ہے، ہر جگہ پسندیدہ ہے، ہر شخص اسے اچھی نظر سے دیکھتا ہے لیکن مرد مرد سے اور عورت عورت سے اخلاق کا یہ فلسفہ اپنا سکتا ہے لیکن اس کے برعکس کسی عورت کو اگر مرد سے گفتگو مقصود ہو تو لہجے میں تھوڑا سا تناؤ آ جانا چاہیئے اور قیل وقال میں تھوڑی سختی تاکہ دل جنس پرستی کے مرض سے بچ جائیں۔

قرآن حکیم کی صریح ہدایت ملاحظہ ہو:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (الاحزاب:32)

''پس بات کرتے ہوئے ایسا دھیما پن اختیار نہ کرو کہ دل میں روگ رکھنے والا کوئی شخص طمع کرنے لگے''۔

عورتوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ متاع خام نہیں، انبیاء و مرسلین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، ملت پرور ہیں اور قوم ساز، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اچھی طرح سمجھتے ہیں

کہ عورت حکمران نہیں ہوتی

ملی اقدار کی پاسبان ہوتی ہے

عورت دہلیز نہیں ہوتی

چرخ ملت کا رخشندہ ستارہ ہوتی ہے

عورت جیبی گھڑی نہیں ہوتی

ملی ترقی اور عروج کا معیار ہوتی ہے

عورت دستی چھڑی نہیں ہوتی

بدی کو ختم کرنے کا زبردست اسلحہ ہوتی ہے

عورت روزن سے نکلنے والی روشنی نہیں ہوتی

آفتابوں اور مہتابوں کو لوری دینے والا آسمان ہوتی ہے

عورت ملت سوز بھی ہو سکتی ہے اور ملت ساز بھی

عورت نور آفریں بھی ہو سکتی ہے اور نار آگیں بھی

عورت رحمت پرور بھی ہو سکتی ہے اور زحمت بداماں بھی

عورت لطافت گل بھی بن سکتی ہے اور خلش خار بھی

جہاں را محکمی از امہات است
نہاد شاں امین ممکنات است
اگر ایں نکتہ را تو مے نداند
نظام کاروبارش بے ثبات است

ذمہ داری کے اعتبار سے خواتین مردوں پر سبقت رکھتی ہیں

خود کو سیکھنے کا بوجھ

تعمیر اخلاق کی محنت

امور خانہ داری کی مشقت

صلہ رحمی کے لئے ماحول سازی کی فکر

سکھانے اور تربیت دینے کا بار

خانہ کشی کے لئے فکری دماغ سوزیاں

ظاہر ہے یہ وہ کلفتیں ہیں جن سے دل اور دماغ سکون میں نہیں رہتے، اس لئے ضروری

ہوتا ہے کہ عورت مرد کی نسبت زیادہ روحانیت کی حامل ہوتا کہ اسے اطمینان قلب حاصل ہو سکے۔ اس عظیم مقصد کے لئے ضروری نہیں۔خواتین جنگل جنگل پھرنے لگ جائیں اور روحانیت کے نام پر حیا کی چادر پھاڑ ڈالیں۔رسالت مآب ﷺ کی شریعت میں یہ کسی کے مزار پر بھی نہیں جا سکتیں۔روحانیت کے لئے قرآن مجید نے کتنا خوبصورت نسخہ تجویز فرمایا:

وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ (الاحزاب:33)

''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بجالاؤ''۔

اکتساب فیض کرنا برا نہیں

طلب نور میں بے تاب رہنا مذموم نہیں

شریعت کی پابندیاں قبول کرتے ہوئے

خواتین مردوں سے زیادہ دین مبین کی

خدمت کرسکتی ہیں

تکمیل دین

تطہیر اخلاق

تزکیہ باطن

صفائے قلب

اکمال دعوت

تسلیم جان

قیام صرف

انفاق مال

اور کثرت ذکر

میں مردوں اور عورتوں کی یکساں ذمہ داریاں ہیں

قرآن مجید نے کس ولولہ آفرین انداز میں مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی صفات حسنہ گنی ہیں

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ (الاحزاب:35)

"بے شک مسلمان مرد اور مسلمان خواتین اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں اور اطاعت گزار مرد اور اطاعت گزار عورتیں اور صدق والے مرد اور صدق والی خواتین اور با استقامت مرد اور با استقامت عورتیں اور ڈرنے والے مرد اور ڈرنے والی عورتیں اور راہِ حق میں خرچ کرنے والے مرد اور راہِ حق میں خرچ کرنے والی عورتیں اور روزہ گزار مرد اور روزہ گزار عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی خواتین اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں اللہ نے ان سب کے لیے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے"۔

بنات امت!

آ و مل کر عہد کریں--------!! کہ

ہماری زندگی میں حب مصطفیٰ کی شمع فروزاں رہے گی

راہِ حق میں ہماری آرزومندیوں کے نغمے بے سر نہیں ہوں گے

تب و تاب جاودانی ہماری حیات مستعار کا منشور رہے گا

ہم اپنے سچے جذبوں سے عفت و عصمت کے آبگینے ٹوٹنے نہیں دیں گے

طہارت اور پاکیزگی ہماری میراث ہے اسے ہم ہر صورت میں قائم رکھیں گے

ہماری منزل ہمارا الہ ہے-------- ہمارے رہبر مصطفیٰ ہوں گے

ہماری سانسیں-------- ہمارے دلوں کی دھڑکنیں

ہمارا سوز وساز آرزومندی--------

ہمارا جینا--------

ہمارا مرنا

ہماری کوشش-------- ہماری محنت بس اسی لئے ہوگی

کہ دین صرف اللہ ہی کے لئے ہو جائے

اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارك و سلم

☆☆☆

نشانِ منزل

اپنے دیس ''پاکستان'' میں انتخابات ہوئے۔ وقت گزر گیا۔ کون ہارا؟ اور کون جیتا؟ اس کا صحیح فیصلہ مستقبل کا مؤرخ کرے گا۔ فی وقت ہمارا مقصود ان زندہ انسانوں کو مبارکباد پیش کرنا ہے جن کے ان تھک جذبوں، لازوال یقین اور سدا بہار ہمتوں نے گھر گھر اور بستی بستی ''نظام مصطفیٰ'' کی خوشبو عام کی۔ ان کے ہاتھوں میں شمعیں نور بکھیرتی رہیں اور وہ ہر دم اس کوشش میں رہے کہ خواب گراں کی زنجیر ٹوٹ جائے اور نیکی کی قدریں پھلیں پھولیں--------!!

ہم یقیناً لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہیں جو ''راج کرے جمہور'' کا فلسفہ الاپتے ہیں، اس اُمید کے ساتھ کہ وہ کبھی نہ کبھی تو سمجھیں گے کہ اس مٹی اور اس دھرتی کی حرمت نظام مصطفیٰ کے ساتھ ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہماری اگلی منزل صبح ہے۔ ہمارا اگلا قدم نظام مصطفیٰ ہے۔ ہمارے اگلے فیصلے تاریخ بدلنے والے ہیں اور اس جیالی قوم کے ہاتھ میں نبی ہی کا جھنڈا اونچا رہے گا---------!!

وطن کا آنگن جب خوشیوں سے بھرا تھا اور نسیم دیس کی لہر لہر میں سنگیت مرتعش تھے، ہر طرف لسانی، فروعی اور انتقامی، معاشرتی اختلافات کے رسیا ''ووٹ'' لوٹ کر خوشیوں سے گھائل تھے۔ کچھ لوگ رو رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تھے ان کا رونا اس لئے نہیں تھا کہ وہ ہار گئے بلکہ ان کے رواں اشک اپنی تاریخ دھونا چاہتے تھے۔ وہ تڑپتے تھے کہ جبین ملت پر اے کاش! یہ نقوش نہ ابھریں کہ نبی کے غلاموں نے نظام مصطفیٰ چھوڑ کر ''کارل مارکس'' کا فلسفہ قبول کر لیا اور خودی کے محل توڑ کر جاگیرداروں اور وڈیروں کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ ان آنسوؤں کا خراج۔۔۔ جگ جگ جئے میرا دیس اور اس کی چوڑی چکلی چھاتی پر اونچا رہے نبی کا پرچم---------!!

دین نصیحت ہے اور اچھی بات انمول ہیرا۔ پاکستان جب بنا تھا تو قائداعظم نے اصولوں کی ایک سجی سجائی کہکشاں چھوڑی تھی۔ یقین محکم، تنظیم اور ایمان کو ان کے نزدیک بڑی اہمیت حاصل تھی۔ وطن، تدبیر، استقامت اور قانون کو وہ لازوال دولت سمجھتے تھے۔ طبیعت اس وقت اداس ہوتی ہے جب قائداعظم کے پاکستان میں ''نوٹوں کا قانون'' چلتے دیکھتے ہیں اور خوشامد کا راج، سفارش کا سکہ اور مکر کی سیاست-------- پاکستان کب مضبوط ہوگا؟ اور قائداعظم کی روح پاکستانیوں پر کب خوش ہوگی؟ ہمارے پاس اس سوال کا جواب فقط یہی ہے کہ جب نفاق کی چادریں پھٹیں گی، جہالت کی برف پگھلے گی، علم کا نور عام ہوگا، سنجیدہ روایات زندہ ہوں گی اور ہر پاکستانی یہی سوچے گا کہ نبی کا جھنڈا اونچا رہے اور شیطانی محلات دھڑام سے گر جائیں--------!!

کرم فرماؤں کا مشورہ کبھی نہ بھولے گا ''سیاست میں شریف لوگوں کا کیا کام؟''

صاحبو! پاکستان تو شریفوں نے بنایا تھا، پاکستان بنانے کی سیاست میں کوئی ایک شریر اور غنڈہ بھی شامل نہیں تھا۔ آخر یہ کتنا بڑا گناہ ہوگا کہ وطن غنڈوں کے لئے چھوڑ دیا جائے اور پھر عریانیت اور فحاشی ناچتی پھرے اور شریر'' ہے جمالو'' کی دھن پر تخریب کاری کے مزے لیتے رہیں--------!!

وہ سوچیں کتنی مفلس اور ناکارہ ہوتی ہیں جو دنیا زدہ نعروں کے غل غپاڑے میں نعرہ تکبیر نا پسند کرتی ہیں۔ بھائیو! ناپسندیدہ رکھو گالی گلوچ، طعن و تشنیع اور غیبت و بہتان۔ ایسے تو ٹھیک نہیں کہ یہ پاکیزہ نعرہ بُرا محسوس کرو۔ ''نبی کا جھنڈا اونچا رہے گا۔'' چلو ہم نہ سہی تم ثابت کردو۔ ''نبی کا جھنڈا اونچا رہے گا'' وگرنہ ہم نے تو تہیہ کر رکھا ہے ہماری زندگی مصطفےٰ کے لئے ہے اور موت مصطفےٰ کے نام پر ہوگی۔ اے میرے اللہ میری قوم کو اس مٹھاس سے آشنا کردے جو تیرے مصطفےٰ کے نام میں بھری ہے--------!!

''نظام مصطفےٰ'' کا مقدمہ سب سے پہلے عوام کی عدالت میں پہلی صدی میں چلا۔ خوب پیروی کی امام حسین نے۔ سر دے دیا لیکن حق کا پرچم بلند رکھا۔

مسلمان جب بھی طاغوت اور کفار کے خلاف برسر پیکار ہوا فتح مندیوں نے اسے نوازا، لیکن جب مسلمان کا اپنا ہاتھ اپنے گریبان سے آویزاں ہوا تو نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ پاکستان بناتے ہوئے ہمارا مضبوط ترین مواد نظام مصطفیٰ تھا۔ کیا پاکستان بچانے کے لئے نظام مصطفیٰ کی ضرورت نہیں۔ آج ۲۴ سال بعد عوام کی عدالت میں پھر یہ مقدمہ پیش ہوا۔ ہم سمجھتے ہیں ہارے تو وہ ذہن ہیں جو دین مصطفیٰ کو سمجھ نہ سکے اور شکست تو وہ لوگ کھا گئے جنہوں نے پاکستان کے مقصد کے خلاف ووٹ دیا۔ ہم تو اب بھی ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں

پاکستان بچانے کے لئے صرف نظام مصطفیٰ ہی واحد راستہ ہے۔ ہمیں اپنے فیصلوں پر نظر ثانی کرنی ہوگی اور اسی جادۂ حق پر چلنا ہوگا--------!!

☆☆☆

میرے کشورِ ناز

یہ میرا ملک پاکستان ہے-------اس کی چھاتی پر رواں دواں دریا، اس کی آغوش سے پھوٹتی رحمتوں کے سلسلے، اس کے آنگن میں رقص کرتی ندیاں، اس کے پہاڑوں میں اچھلتے کودتے چشمے، اس کے میدانوں میں شاداں و فرحاں پری رو درخت، زیبا بدن سبزے، نو رنگ پھول، پھیلتی سمٹتی روشنیاں، رشک مرجاں شبنمی قطرے، لہلہاتی فصلیں، مسکراتے چمن، جہاں تاب بہاریں اور گل پرور موسم اس کی عظمت کے گیت گا رہے ہیں--------اس کے پنجابوں پر جھکے جھکے آفاق، اس کی سرحدوں پر پھیلی پھیلی فضائیں، اس کے بام و تخت کے بوسہ لیتے آسمان اس کے حسن تقدیر کے نقوش بن کر ابھر رہے ہیں--------یہ میرا ملک بھی ہے یہ میری تقدیر بھی ہے--------یہ میری داستان بھی ہے یہ میرا ارماں بھی ہے--------یہ میری مچلتی آرزو بھی ہے--------میری آرزوؤں کا آستاں بھی ہے--------میرے خون کے قطروں میں وہ تقدس نہیں جو اس وطن کے خاکی ذروں میں ہے--------میری جبیں کی لکھت میں وہ عزم و حوصلہ نہیں جو اس کے آبی قطروں میں ہے--------میرے دیدہ و چشم کی جھیلوں میں وہ جمال نہیں جو رومان اور حسن اس کے جوہڑوں اور تالابوں میں ہے--------میرے وجود کی مٹی میں وہ دلکشی نہیں جو جاذب نظری اور دلفریبی اس کی خاک میں ہے--------یہ پھولوں کی دھرتی ہے--------یہ خوشبوؤں کا مسکن ہے--------یہ نظاروں کا دیس ہے--------یہ رحمتوں کی جولانگاہ ہے--------یہ روشنیوں کا کشور ہے--------یہ اُجالوں کا مصدر ہے--------اس پر نثار میرے دل و جاں--------اس پر قربان میرا قلب و روح--------اس پر نچھاور میرے پارہ ہائے جگر--------اس پر تصدق میرے جزہائے بدن--------یہ محض میرا ملک نہیں، میرا یماں بھی ہے، میری جاں بھی ہے--------اس کے دکھ مجھے دکھ دیتے ہیں--------اس کے

سینے میں اٹھنے والے مسائل کے ہوکے میرے دل میں چبھنے والی سوئیاں ثابت ہوتے ہیں-------اس کی طرف کوئی ٹیڑھی نظر سے دیکھے تو گویا وہ آنکھ نہیں میرے جسم میں پیوست ہونے والا تیر ہوتا ہے۔

یہ نظریے، یہ احساس، یہ سوچیں، یہ افکار، یہ درد، یہ آرزوئیں، یہ ولولے اور یہ تمنائیں------- کسی ایک شخص کے نہیں ہر پاکستانی کے ہیں اور پاکستانی ہونے کے ناطے ہم سب اپنے ملک کی محبت اور عقیدت میں گرفتار ہیں، لیکن یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہمارے ملک کی سڑکیں، ہمارے وطن کی شاہراہیں، ہمارے دیس کی وادیاں، ہمارے کشور ناز کے صحرا، ہمارے پنجاب کے میدان، ہمارے سرحد کے پربت، ہمارے بلوچستان کے ٹیلے، ہمارے سندھ کے ریگزار------- قتل گاہیں کیوں بن گئیں-------ہمارے دیس کی مٹی سے اخوت کی خوشبو کون نوچ کر لے گیا-------یہاں نفرتوں کے کانٹے کس نے بوئے-------یہاں بارود کے دھوؤں میں ہم وطنوں کا خون کس نے بکھیرا-------الفت ومحبت کے نغموں کو بے ساز و بے آواز کس نے کیا-------ناقص اور غلط افکار کے آوارہ اور بے نسل ہاتھیوں کو دشت وطن میں دوڑنے کا موقع کس نے فراہم کیا کہ گلی گلی حسد وبغض کی خاک اڑنے لگی۔۔۔تہذیب وتمدن کی بساط پر حیا سوزی کی آگ کون روشن کر گیا کہ ملت عریانیت اور فحاشی کی نار بے کراں میں جلنے لگی------- جدھر دیکھتے ہیں-------جسے دیکھتے ہیں حالات کی ظلمتیں جیسے مقدر کے ساتھ کھیل رہی ہوں-------!!!

ہم خونیں بدن لئے، ہم مجروح جسم لئے، ہم گھائل دل لئے، ہم رستے زخم لئے، ہم امستے افکار لئے، ہم بے حال وجود لئے اور ہم فگار قلب وجگر لئے منزل ڈھونڈنے، سہارا تلاش کرنے، وسیلہ پکڑنے علماء کے در دولت پر حاضری دیتے ہیں -------علماء کرام! بچا لو ہمیں-------ہم دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں مشائخ عظام کا-------مشائخ عظام! بچا لو ہمیں-------بچا لو ہمارے ملک کو! بچا لو ہماری ملت کو ہم سنتے ہیں تمھارے پاس دین

ہے------- کہاں ہے تمھارا دین؟ بچاؤ بچاؤ کہ ہم جل رہے ہیں------- ہم ڈوب رہے ہیں------- ہمارا ملک بھنور میں پھنسا ہوا ہے------- اسے نفرتوں کی چڑیلیں چمٹ گئی ہیں------- اسے عصبیتوں کے سانپ کاٹ رہے ہیں------- اسے علاقہ پرستیوں کے بچھو ڈس رہے ہیں------- خدارا مدد کرو------- تم کب تک حسین بحثوں اور دلکش مناظروں کے سوداگر بنے رہوگے؟------- اپنے علم کو زحمت آفریں مت بناؤ------- رحمت پرور بناؤ------- لفظ بازی کے میدان سے نکل کر قوم کی امامت کرو------- دیکھو ساری قوم تمھارے دروازے پر کھڑی ہے۔ لگتا ایسے ہے کہ یہ چشمہ فیض بھی کبھی جاری تھا لیکن اب خشک ہو چکا ہے------- محسوس ایسے ہوتا ہے کہ یہ دریائے رحمت کبھی انسانیت کو سیراب کرتا تھا لیکن اب اس کے سوتے بے فیض ہو چکے ہیں------- سمجھ یہ آتی ہے کہ یہ رسی کبھی خدا تک پہنچانے کا سلیقہ رکھتی تھی لیکن اب اس کا اپنا ناتا عرش سے کٹ چکا ہے------- رسم اذاں ہے روح بلالی نہیں------- وجود نماز ہے قلب علی نہیں------- ادائے زکوۃ ہے حکمت عثمانی نہیں------- مناسک دین ہیں فراست بوذر نہیں------- شیریں مقالی ہے عشق حساں نہیں------- اہتمام تدریس ہے تلقین غزالی نہیں-------!!!

علمائے کرام، مشائخ عظام!

تمہارے وجود میں دین مبین کا آب صافی کبھی گدلا نہ ہوتا۔ تمھارے فیض کا دریائے نور کبھی خشک نہ ہوتا۔ اگر تم میں ایسے لوگ نہ پیدا ہو جاتے جو خالق پر مخلوق کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کی بوالہوسیاں فیضی و ابوالفضل کو بھی شرمسار کر دیتی ہیں۔ ہم اہل اسلام، اہل وطن اگر خود تار تار وجود نہ رکھتے ہوتے اور ہماری اپنی شرم سوزیاں اور حیا باختگیاں اگر حد انتہا تک نہ پہنچ چکی ہوتیں تو ہم تمہیں کبھی معاف نہ کرتے لیکن تم اور ہم سب ایک بگڑی ہوئی قوم کا حصہ ہیں اس لئے آؤ شاید ہمارے سیاست دان اور حکمران ہمیں سنبھالا دیں، لیکن یہاں بھی دِکھتا یہ ہے کہ ہمارا وزن زیادہ ہے اور ہماری سیاست کے ناخداؤں کے سفینے تنگ ظرف ہیں۔ ان کے کمزور اور ناتواں ہاتھ

زندگی کی ناؤ کھینچنے میں شاید کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انہیں فرصت ہی نہیں دولت سازیوں سے، انہیں موقع ہی نہیں دے رہیں ان کی ہوس افزونیاں، انہیں سوچنے ہی نہیں دیتیں دنیا پرستیاں۔۔۔۔وہ سرشار ہیں لذت کام و دہن میں، وہ سرگرداں ہیں، مستی عیش و عشرت میں، وہ مبتلا ہیں فریب حکم وحکمت میں ، وہ محو ہیں قوم کی سادہ سازی اور سادہ گری میں--------ان کے جسم پاکستانی ہیں ان کی روحیں پردیسی ہیں، ان کے بدن پاکستانی ہیں ان کے ضمیر بدیسی ہیں بقول شخصے

اس کے بھی مقدر میں وہی در بدری ہے
برباد میری طرح نسیم سحری ہے
میری روح کے مطاف میرے وطن
میرے دل کے مدار میرے دیس
میری آنکھ کے منظر شوق میرے وطن
میری چشم کے منظر جمال میرے دیس

آج تیری قسمت لکھنے والے قلم تلواریں بن گئے-------- آج تیری حفاظت کرنے والی تلواریں کھجور کی خشک ٹہنیاں ہو گئیں-------- آج تیری ترقی کے لئے سوچنے والے دماغ خشک گوشت کی سڑی ہوئی بوٹیاں بن گئے-------- آج تیری عظمت کے ترانے الاپنے والے شاعر محبوبوں کی زلف ہائے بے سود میں الجھی ہوئی جوئیں ہو گئے-------- آج تیری عظمت کے گیت گانے والوں کے گلوں میں مفاد کی ہڈیاں پھنس گئیں--------

''میرے وطن پاکستان''

تیری گود میں پھر وہ نوجوان حسن کی بہاریں کب بکھیریں گے جن کا مقصد، جن کا نعرہ، جن کا شوق اور جن کی لگن بس یہی ہو گی

پاکستان کا مطلب کیا

میرے وطن تیرے سر پر دست شفقت رکھنے والے بوڑھے پیر بزرگ کب نشہ مرگ سے باہر آئیں گے کہ تجھے بصیرت اور تدبر کا نور ملے گا

''میرے دیس'' تیری چھاتی پر کرکٹ کے بلوں اور ہاکی کی گیندوں سے کھیلنے والوں کو کب فرصت ملے گی کہ وہ کیل و کانٹوں سے لیس ہو کر تیری حفاظت کا بیڑا اٹھائیں گے--------

''میرے کشور ناز'' میری روح، میرے جگر تیری تاریخ تماب بیٹیوں کا جنون حسن آرائی اور نشہ شرم سوزی کب دم لے گا کہ وہ تجھے حوصلوں اور پاکیزہ جذبوں کی آغوش میں لے کر پائندہ و زندہ رہنے کی لوری کب سنائیں گی۔

''میرے وطن'' تو میری زباں ہو جا------- میرے وطن تو میری آہ بن جا------- میرے وطن تو عظیم جذبوں میں ڈھل کر بول، آواز دے، ہنگامہ کھڑا کر------- آج وقت ہے شور مچا اپنوں کو بلا------- اپنی برادری کو اکٹھا کر اور صدا لگا۔

اپنی ہی قلفیاں سمجھ کر مجھے لوٹنے والو میں نہ رہا تو تمہاری عیاشیاں بھی نہ رہیں گی——— میں نہ رہا تو تمہاری سیاستوں کا بھی مندہ پڑ جائے گا——— میں نہ رہا تو تمہارے فلک بوس محل بھی گل مردہ کی طرح بے رونق ہو جائیں گے۔ میں نہ رہا تو تمہارے ارمانوں اور آرزوؤں کے سہاگ اجڑ جائیں گے۔ تمہاری شاہ شیریوں کی براتیں لٹ جائیں گی۔ تمہارے سروں کے عمامے گرہ در گرہ بکھر جائیں گے اور تمہاری عزت کی عبائیں اور قبائیں تار تار ہو جائیں گی۔

میرے پھول وطن میرے خوشبو دیس

آ تو بھی بول آ میں بھی بولوں

تو بھی دعا کر آ میں بھی پکاروں

نور شریعت دے دے مولا

شبنم عظمت دے دے مولا

در رفعت عطا کر مولا

استحکام کی شہدیں نہریں ہوں اور شہد کے دریا بہہ جائیں زہر کے ساگر ٹوٹ پڑیں اور بغض کے بادل چھٹ جائیں چپہ چپہ رحمت مولا، قدم قدم نور و رنگ، لحظہ لحظہ نظر کرم، نظر عنایت، گام گام اجالے اور بستی بستی روشنی برسے

صدقہ میرے داتا کا

واسطہ میرے غوث کا تجھ کو

مجھے حفظ میں لے مجھے امن سے رکھ!

میرے باغوں کے گلدانوں کا، میرے صحرا کے آتش دانوں کا، میرے ذروں اور ستاروں کا، میری بہاروں اور گلزاروں کا، میرے جوبن مست پہاڑوں کا، میری قاری خو آبشاروں کا، میرے سپنوں اور میرے خوابوں کا، میرے آبی موروں اور مرغابوں کا میرا کون ہے تیرے سوا مولا!

ڈاکو لوٹیں عالم سوئیں حاکم سوئیں عالم لوٹیں حاکم لوٹیں شہری سوئیں اور شہری لوٹیں سب لٹیرے

میں بے چارہ میں بے بس

میں مظلوم میں مقہور

پاکستان زندہ باد

پاکستان پائندہ باد

قد افلح من ذکھا

قد خاب من دسھا

☆☆☆

نغمہ حق

لطیف اور نازک حروف اور کلمات کے حقیقی مظاہر تلاش کرنا اتنا مشکل کام نہیں جتنا اجلی اور مضبوط سیرتوں کے لئے مناسب الفاظ تلاش کرنا صعوبت آور کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی عظیم سیرت، تاباں صورت، درخشندہ کردار اور پائندہ اخلاق سے معنی و مفہوم اور حرف و بیان کو جو حسن بخشا یہ، بذات خود ادراک و کلام کے تنگ دائروں میں سمیٹنا ناممکن ہے۔ رحمت، حسن، نور سرور اور محبت وہ الفاظ ہیں جو اسوہ رسول کے رنگ کے بغیر پھیکے معلوم ہوتے ہیں اور جہاد، تگ و دو، محنت اور سعی وہ اصطلاحیں ہیں جن کا تہور اور تصور رسالت مآب ﷺ کا مرہون منت ہے۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے دامن حیات کو جن گوہر ہائے تابدار سے مالا مال فرمایا ان کا رنگ و نور اور حسن و چمک بیک وقت فرد کے ذوق کو بھی تسکین بخشتا ہے اور معاشرہ کے لئے بھی باعث سکون ہے۔ آپ نے جہاں دوستی اور رفاقت کو حساس شاہراہ عطا فرمائی وہاں آپ ﷺ نے دین دشمنی رکھنے والوں کی تواضع کرنے کا بھی زبردست اہتمام فرمایا اگرچہ اس حقیقت سے انکار مشکل اور ناممکن ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی شریعت کے مختلف اوامر و نواہی کو اس انداز سے ترتیب دیا کہ ہر امر اور ہر معاملہ مرکزی نوعیت کا معلوم ہونے لگا۔ نماز دیکھیئے! ایسے لگتا ہے کہ نماز ہی کے گرداگرد پورا نظام شریعت پھر رہا ہے۔ ایسا ہونے کے باوجود یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآنی تعلیمات کا روح رواں، ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔

اسلام مذہب نہیں دین ہے---------

اسلام زندگی مانگتا ہے اور

زندگی دیتا ہے--------!!

اور یہ ضروری ہے کہ زندگی کے لئے جہاد کیا جائے اور زندہ رہنے کے لئے جہاد کیا جائے

''جہاد فی سبیل اللہ'' کے بغیر اسلام بطور مذہب قائم رہ سکتا ہے، لیکن بطور دین نہیں جبکہ ضرورت یہ ہے کہ دین اسلام ہی ہو جائے اور اسلام دین ہی غالب آ جائے۔

سب خود ساختہ مذاہب پر

افکار کے جھوٹے دھاروں پر

سوچوں کے مہیب سایوں پر

تہذیب کے ریاکارانہ اسلوب پر

تمدن کے منافقانہ انداز پر

اقتصاد کے استیصالی نظام پر

معاشرت کے استحصالی طریقوں پر

صنم گروں کے سازشی ذہن پر

بت پرستوں کے بزدلانہ اعمال پر

زمین پر

آسمان پر

ارض پر

سما پر

ظاہر میں باطن پر

چنیں میں چناں پر

گھر بہ گھر در بہ در

الدین للہ

دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے

جھک جائے کہ وہ مہ

اللہ کے سامنے---------!!

اور یہ عظیم انقلاب، روحانی انقلاب، سچا انقلاب ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے بغیر ناممکن ہے۔

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اسلام میں کوئی بھی کام مقصد کے بغیر نہیں۔ عبادت، ریاضت، نکاح، معاملہ، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ سب کے متعین مقاصد ہیں۔ ''جہاد فی سبیل اللہ'' چونکہ ایک عمل ہے اس لئے یہ بھی بے مقصد نہیں۔ وہ عظیم تر اور حسین تر مقاصد جن کی خاطر جہاد کیا جاتا ہے غرض وغایت کے اعتبار سے ''قیام دین'' اور رضائے خدا ہے لیکن اس کی صورتیں مختلف ہیں۔

''جہاد'' پاکیزہ سوچوں سے مزین ہو کر نیک اعمال اپنا کر، گفتار سے، کردار سے، زبان سے، برہان سے، جسم سے، جان سے، مال سے، منال سے، کلک سے اور قلم سے۔ جسم سے اور بدن سے قیام دین کی کوشش کرنا ہے۔

''جہاد فی سبیل اللہ'' کے لئے ظاہر ہے اتحاد و تنظیم از حد ضروری ہے۔ قرآن مجید نے اس مقدس کام کرنے والوں کو ''جند اللہ'' اور ''حزب اللہ'' سے تعبیر کیا اور صاف طور پر اعلان فرما دیا کہ حزب اللہ جند اللہ کو شکست نہیں آخر الامر فتح اللہ ہی کی جماعت کو ہے۔ ''حزب اللہ'' سے مراد کسی خاص قد وخد والی جماعت مراد نہیں بلکہ قرآنی دستور کو غالب کرنے والے مسلمانوں کے لشکر ہیں۔ جو ہر دم غلبہ حق کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

مایوسی کفر ہے اور مایوس کرنا اس سے بھی بڑا جرم ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قال هلك المسلمون فهو اهلكهم

''جس نے کہا کہ مسلمان ہلاک ہوئے گویا اس نے خود انہیں ہلاک کیا''

ضرورت یہی ہے کہ مسلمانوں کا حوصلہ بلند رکھا جائے اور انہیں روبہ کار رکھنے کی سعی بلیغ کی جائے۔ ہمارے دور میں اگرچہ مسلمانوں کی حالت نازک ہے، لیکن ہم مایوس نہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے حوالے سے اس وقت دو مرکز نہایت اہم ہیں۔ فلسطین اور افغانستان اول الذکر

مسلمانوں کی غیرت کا امتحان ہے اور ثانی الذکر اس سلسلہ کی کڑی ہے جس کے تحت مسلمان مقصد زندگی کو روبہ تکمیل کر کے اللہ کے سامنے سرخرو ہو سکتے ہیں۔ مسلمانوں نے سنجیدگی سے اگر دو سرحدوں پر توجہ نہ دی تو جزوی طور پر وہ سب مسائل کا شکار ہو سکتے ہیں اور شاید "دین الٰہی" کے قیام کا مسئلہ ایک عرصہ تک ٹھنڈا پڑ سکتا ہے۔ فلسطین کی جنگ عربوں کی جنگ نہیں بلکہ مٹھی بھر یہودیوں کا جمیع مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ ہے اور "افغانستان" کا جہاد کشور کشائی، دولت گیری اور امریکی مفاد کا بچاؤ نہیں بلکہ "اشتراکیت" اور سرخ سامراجیت کے سنگین حملوں سے بچنے اور اسلام کو قائم کرنے کا ایک اہتمام ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو "امریکہ" کھلے ہاتھوں مجاہدین کا ساتھ اس وقت تک دیتا رہتا جب تک جہاد افغانستان کے معروضی نتائج سامنے نہ آجاتے۔ حالات کی روشنی میں یہ سمجھنا دشوار نہیں کہ امریکہ اور روس دونوں اس حد تک متفق ہیں کہ افغانستان میں (Broad Based Govt.) لادین حکومت قائم کی جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے پاکستان میں بھی لادین حکومت قائم کرنے میں امریکہ نے نہایت گھناؤنا کردار ادا کیا اور مجاہدین افغانستان کو میدان جہاد میں تنہا کر دیا۔

طاغوتی قوتیں اس وقت سمجھتی ہیں کہ ایران کے بعد افغانستان اور افغانستان کے بعد پاکستان میں نظام مصطفیٰ قائم ہو جاتا ہے تو اس کا صاف مطلب دنیا میں مسلمانوں کی قوت کے ایک مضبوط سلسلہ کا قیام ہے۔ اس صورت حال میں ایران اور پاکستان دونوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ افغانستان میں "مجاہدین" کی حکومت قائم کرنے میں فعال کردار ادا کریں۔

افغانستان کے پڑوس میں رہنے والے مسلمانوں کو خوب سوچ لینا چاہیئے کہ ان کی سستی اور بدتدبیری سے

کفر کو طاقت مل سکتی ہے

اشتراکیت پھل پھول سکتی ہے

پاکستان کے استحکام کو دھچکا لگ سکتا ہے

آزادی غلامی میں بدلی جاسکتی ہے

شعائرِ اسلامی کا مذاق اڑایا جا سکتا ہے

فتنہ وفساد کی اشاعت ہو سکتی ہے

عفت وعصمت کے جنازے اٹھ سکتے ہیں

عریانیت وفحاشی کے طوفان چل سکتے ہیں

مسلمانو!

وہ وقت آنے سے پہلے کہ تمہاری زمیں پر کفر چھا جائے ،تم پر استعمار کا غلبہ ہو جائے ، امام بخاری کے مزار کی طرح مرقد داتا محصور ہو جائے ،تمہارے پاؤں میں غلامی کی زنجیریں پڑ جائیں، تمہارے معتقد ان کا مذاق اڑایا جائے۔تمہاری عیاشیاں افلاس وغربت میں بدل جائیں،لوٹ کھسوٹ قانون بن جائے ،تمھارا دین ارزاں سمجھا جائے ،تمہاری عزتیں حقیر سمجھی جائیں،تمہیں راستے کا پتھر سمجھا جائے اور طاغوت تمہیں کیڑا مکوڑا سمجھ کر مسل دے۔

ہاں وہ وقت آنے سے پہلے

جاگ جاؤ!

اٹھ جاؤ!

ہمت کرو!

جذبے سجاؤ!

امنگیں لاؤ!

ہاتھ اٹھاؤ!

قدم بڑھاؤ!

بستی بستی نگر نگر چراغ جلاؤ

درد کے،شعور کے،عشق کے،جنوں کے

سچائیوں کی راہیں تمہاری منتظر ہیں

صداقتوں کا آفتاب کب سے طلوع ہو چکا ہے

صبح سعادت ہونے والی ہے اپنی جبیں پر بندگی کے نقوش سجاؤ سنو ترانہ سرمدی نئے محبت نغمہ حق آ گئیں، اللہ اللہ مست سریں، کیف پرور ماحول وہ دلکش ودلربا

کلمہ حق!

پیغام صدق!

روح دین!

جان فقر!

خیال دوست!

قول فیصل!

ارشاد باری!

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ (المائدہ:56)

''اور جو دوست بناتا ہے اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو تو بے شک اللہ والوں کی جماعت ہی غالب آنے والی ہوتی ہے''۔

مسلمانو! احساس پیدا کرو

بری طاقتیں تمہیں دبا لینا چاہتی ہیں اور مسلمان وہ قوت ہے۔

جو کبھی دبتی نہیں۔

کیونکر خس و خاشاک سے دب جائے مسلماں
مانا وہ تب وتاب نہیں اس کے شرر میں

☆☆☆

سلامتی کی راہیں

ہمارا معاشرہ اسلام کی شدید ضرورت محسوس کر رہا ہے۔ عوامی پنچائتیں یہ بحث زور سے اٹھا رہی ہیں کہ ''ایمان'' کی قدریں عام ہونی چاہییں ـــــ نیکی کی بھوک بڑھتی جا رہی ہے اور تشنہ لب انسانیت شرافت کے آب کوثر کے لئے ترس رہی ہے۔ ہر طرف ایک شور اٹھ رہا ہے ـــــ ہر جانب ایک غلغلہ بلند ہو رہا ہے کہ ''اسلام'' کو عام کر دو۔ نظام مصطفیٰ ﷺ کو نافذ کر دو، شریعت کو غالب کر دو اور خلافت کو رائج کر دو ـــــ ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ زانیوں کو سنگسار کیا جائے گا ـــــ بدکاروں کو کوڑے پڑیں گے ـــــ شرابیوں کی پیٹھیں پٹ جائیں گی ـــــ چوروں کے ہاتھ کٹ جائیں گے ـــــ ڈاکوؤں کو ٹکٹکی پر چڑھا کر مارا جائے گا ـــــ بہتان باندھنے والوں کو تازیانے پڑیں گے ـــــ مرتدین کو سزائے موت ملے گی ـــــ کوئی پیٹ بھوکا نہیں رہے گا ـــــ کوئی جسم ننگا نہ ہوگا ـــــ بے روزگاروں کو روزگار ملیں گے ـــــ فریادداروں کی فریاد رسی ہوگی ـــــ اپاہجوں کی ضرورتیں پوری کی جائیں گی ـــــ امن کی مے بٹے گی ـــــ سلامتی کا شہد تقسیم ہوگا ـــــ سکون کی ارضی جنتیں آباد ہوں گی ـــــ اطمینان کی شبنم گرے گی ـــــ راحتوں کے پھول اگیں گے ـــــ خوشیوں کی رُت جاگے گی ـــــ مسرتوں کی بہاریں بکھریں گی ـــــ عدل کا دور دورہ ہوگا ـــــ انصاف کے ترازو تلیں گے ـــــ مساوات کی صبحیں پھوٹیں گیں ـــــ ایثار کا جلوہ ہوگا ـــــ ہمدردی کا مینہ برسے گا ـــــ مساوات کے رنگ ابھریں گے ـــــ کفر کا طلسم ٹوٹے گا ـــــ طاغوت کی کمر دوہری ہوگی ـــــ شیطان کا چہرہ رسوا ہوگا اور ابلیس کا گھر لٹے گا ـــــ امن ایمان ہوگا اور ایمان امن بانٹے گا ـــــ سلامتی اسلام ہوگی اور اسلام سلامتی کی ضمانت دے گا لیکن یہ سب کچھ کہاں ہوگا ـــــ اسلام کے اس حسین خاکے میں حسن مآب اور تقدیر بدل لکیریں کون سی انگلیاں

کھینچیں گی۔ اس منزل کی مٹھاس سلسبیل کا نشہ رکھتی ہے، لیکن اس تک پہنچنے کے راستے حالات کے نوکیلے کانٹوں سے الجھے پڑے ہیں۔

قدم قدم پر کھردری اور ناہموار چٹانیں سینہ تانے کھڑی ہیں ــــــ گام گام ناسازکاریوں کے آتشی لاوے پھوٹ رہے ہیں ــــــ نفس نفس اندھیر مچا ہے ــــــ ہماری پولیس اگر یہی رہے ــــــ امن کی میراث بانٹنے والوں کی علامتی یونیفارم اگر درندہ صفت چوروں کے سڑے ہوئے جسموں پر ہی آراستہ رہے ــــــ عصمتوں کو دبوچنے والے قاضی اور عفتوں کا جنازہ اٹھانیوالی چوکیاں اگر اسی طرح اپنے ذلیل کاروبار میں مست رہیں۔ نوٹوں کی پیشانی پر قائداعظم کی روح کا اگر اسی طرح سودا ہوتا رہے، بیواؤں کی عصمت کی طرح اگر ضمیر بھی کچہریوں میں رشوت کے ہاتھوں ننگے ہو کر ذلیل ہوتے رہے ــــــ قوم کے لیڈر رہزنوں کے مورچوں میں بیٹھ کر ڈکیتی و تخریب کی ریاضت میں گم سم رہیں ــــــ مساجد کے منبروں پر روایات و حکایات سنا سنا کر تفریح کا بندوبست جاری رہے۔ پیروں کے سجادوں تلے غریبوں کی رت دار دولت اپنے اوپر بیٹھے ہوئے سانپوں کی سیوا کرتی رہے۔ ٹیلی ویژن کے چہرہ پر مغرب پرستی کا غازہ رنگ بکھیرتا رہے۔ ادیبوں کے قلم تقدیر کی لوح سے نقاب کشائی کی بجائے شلواروں اور گریبانوں کی دنیا آباد کرنے میں مست رہیں اور اہل عقد و کشا کا مقدس وظیفہ ہو" پکڑو، مارو، بند کردو، ٹھکانے لگانے دو، ادھر پہنچاؤ کہ پھر ہوا بھی نہ آئے، نہ بدن چھوڑو اور نہ آبرو، جو لٹتا ہے لوٹو، جو اجڑتا ہے اجاڑو اور حکمرانوں کے مخالفین بے ضمیر ہو کر اغیار سے ملک کو سودا کریں ــــــ سازش کریں ــــــ گلیوں میں بھنگڑوں کی طرح ناچیں ــــــ چیخیں ــــــ جھوٹ بولیں ــــــ عصمت بیچیں اور کہیں الٹ دو بساط اقتدار ــــــ پلٹ دو تخت خسروی، چھین لو تاج وزارت، نہ آرام سے بیٹھو اور نہ آرام سے بیٹھنے دو ــــــ توڑ دو ملک ــــــ جلا دو جو جلتا ہے ــــــ بجھا دو جو بجھتا ہے۔ یہ سوچ، نہ نظریہ اور نہ دین، نہ ایمان ــــــ سمندروں میں آگ بھڑک گئی ــــــ حرص و ہوا کی ــــــ جنگلوں میں بھی سیلاب آگئے ــــــ انتقام و عداوت کے باغوں میں بھی اڈنے لگے لاوے بے ضمیری کے۔

الاماں والحفیظ!!

آ گیا اسلام؟

نافذ ہوگئی شریعت؟

بچھ گیا تخت خلافت کا؟

بکھر گئیں بہاریں نظام مصطفیٰ ﷺ کی؟

بحال ہوگئیں رونقیں دین کی؟

دنیا والو!

بس صرف مجذوبی رہ گئی۔ منصور صرف ایمان بچانے کے لئے بولتا ہے۔

آ گیا اسلام چھا گیا اسلام

دین بھی اسلام ایمان بھی اسلام

مومن، مولوی، واعظ، ناصح مجھے کہتے

اسلام، اسلام، اسلام، بس اسلام

یہ کون بولا؟

اسے پکڑو!

سنگسار کردو!

مشکیں کسو!

بند کردو!

کاٹ دو زبان--------

اور توڑ دو قلم--------

یہ کسی کا نہیں-------اس کی کوئی پارٹی ہی نہیں۔ یہ کسی ایک کا طرف دار نہیں بس یہ اپنا ہی ہے--------وہ ہم میں شامل کیوں نہیں ہوتا؟

یہ کالے پیلے جھنڈے کیوں نہیں اٹھاتا؟

یہ کوستا ہی جارہا ہے

بولتا ہی جارہا ہے

بڑھتا ہی جارہا ہے

ابھرتا ہی جارہا ہے اور

حق وحقیقت میں اترتا ہی چلا جارہا ہے

نہ سکڑے!

نہ سمٹے!

نہ لجائے!

نہ ہچکچائے!

نہ دبے!

نہ شرمائے!

معصوم، محفوظ، واعظ، فرشتہ

اسے یا خریدلو!

یا رسوا کردو!

لٹکا دو دار و رسن پر!

یا پھر یہ کبھی نہ بولے

کبھی نہ لکھے

کبھی نہ چلے

اور کبھی نہ سوچے کہ

اسلام آجائے، اسلام چھا جائے

صاحبو!

جسے تم پکڑو گے یہ آواز اس کی نہیں

جسے تم سنگسار کرو گے یہ بدن اس کا نہیں

جس کو تم بیڑیاں ڈالو گے یہ پاؤں اس کے نہیں

جسے تم رسیاں ڈال کر گھسیٹو گے یہ گلا اس کا نہیں

جس کی عصمت تم داغدار کرو گے وہ عصمت اس کی نہیں

یہ لکھنے، بولنے اور کہنے والا

تمہارے اپنے سینوں میں پوشیدہ ہے

تمہارے سروں میں سمایا ہے

یہ تمہاری روح ہے، یہ تمہارا ضمیر ہے

آؤ

ہر شخص اپنے گلے پر ہاتھ رکھے

تاکہ

ہم نہ ہوں اور ہماری نسلیں ہماری لوح مزار پر کھڑے ہو کر

نوید سنائیں

بشارت دیں

آ گیا اسلام، چھا گیا اسلام

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

''ایک زمانہ میری اُمت پر آئے گا کہ زمین کا پیٹ ان کے لئے زمین کے ظاہر سے اچھا ہوگا''۔

صاحبو!

کبھی مرنا بھی نعمت ہوتا ہے اور فنا ہونا بھی

موتو ا قبل ان تموتوا

اگر مرنے پہ دل نہیں کرتا تو پھر

مراقبہ کرلو

سر بگریباں ہو جاؤ

نہ ادھر دیکھو اور نہ ادھر

من میں کھو جاؤ

ڈھونڈو سراغ زندگی

یہ بھی عبادت ہے رکوعوں اور سجدوں سے افضل اور اعلیٰ

سرآوردہ

اور

سرخ رو

ہونے کا بس ایک یہی طریقہ ہے

بیٹھو تو خودی میں

چلو تو سر اٹھا کر

مٹو تو آبرو کے ساتھ

کتنی اچھی بات کہی تھی ٹیپو سلطان نے کہ گیڈر کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہوتی ہے۔

اب تم نے خود فیصلہ کرنا ہے کہ اپنی بستی میں گیڈر پلیں یا شیر۔

☆☆☆

زندہ رہنے کی اک یہی تدبیر ہے

"کسی شخص کے اسلام کا حسن یہ ہوتا ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو ترک کر دے"

یہ حسین قول ہے رسول حسن ﷺ کا، اس لئے آؤ اپنے اپنے اسلام میں حسن پیدا کرتے ہیں اور ان باتوں کو ترک کرتے ہیں جو لایعنی ہیں۔ مقصدیت کے حسن سے خالی ہیں اور سنجیدگی کے نور سے محروم ہیں۔ جمال وقت کو داغدار کرنے والی ہیں۔ سوچنے، سمجھنے، عمل کرنے، زندگی کو نتیجہ خیز بنانے سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

یاد رکھو کہ بامعنی زندگی، لایعنی افعال اور اعمال کے اندھیاروں سے ہمیشہ پاک ہوتی ہے، موتی کی طرح شفاف، سورج کی طرح روشن، شہد کی طرح میٹھی، آسمان کی طرح اونچی، کہکشاں کی طرح مربوط، گلاب کی طرح مہکتی، دریاؤں کی طرح جاری، سمندروں کی طرح گہری، ستاروں کی طرح چمکتی، نگینوں کی طرح دمکتی، بادنسیم کی طرح تازہ، زمستانی ہواؤں کی طرح خوشگوار، برف کی طرح حسین، صحراؤں کی طرح کشادہ، پہاڑوں کی طرح جواں ہمت، وادیوں کی طرح پرسکون، حالات بدل، زمانہ گیر، عالم پرور، انقلاب آفرین، شیطان شکن، سستی سوز، رواں دواں، پیہم جاوداں، مجذوب وعمرمست، گرہ کشا، بخت دردست--------- یہ ہے تصور مومنانہ زندگی کا اور مومنانہ زندگی ہی حسین زندگی ہے اور حسین زندگی ہی دراصل زندگی ہے۔ گویا زندگی وہی ہے جس میں حسن ہو اور حسن وہی ہے جس میں اسلام ہو اور اسلام وہی ہے جس میں حسن ہو اور حسن وہی ہے جو ہمہ رنگ بھی ہو، یک رنگ بھی، تضاد کی حکمت بھی رکھتا ہو، اتحاد کی برکت بھی، ہمہ جہت بھی ہو اور جہتوں سے پاک بھی، ظاہر بھی ہو اور باطن بھی، اول بھی ہو اور آخر بھی، سر بھی ہو اور نہاں بھی، پوشیدہ بھی ہو اور اعلان بھی، آواز بھی ہو اور لبیک بھی، نمونہ بھی ہو اور عمل بھی، نرم اور شبنمی لفظوں میں حسن باطن ہو تو خدا ہے ظاہر ہو تو مصطفیٰ ﷺ، بے رنگ ہو تو الہ ہے

، ہمہ رنگ ہو تو مصطفیٰ ﷺ ہے، بے جہت ہو تو اللہ ہے، ہمہ جہت ہو تو مصطفیٰ ﷺ ہے، گویا حسن یا الہ ہے یا مصطفیٰ ﷺ اور اسلام کامل اس وقت ہوتا ہے جب اس میں حسن ہو یعنی وہ بامعنی ہو۔

مسلمانو!

لایعنی چیزوں کو ترک کردو تاکہ تمہارا اسلام حسین ہو جائے۔

باخدا ہو جاؤ

بامصطفیٰ ہو جاؤ

لایعنی نہ ہو معنی یہ کہ ایسی زندگی کے حامل ہو جاؤ جس میں محض خدا ہو محض مصطفیٰ ﷺ ہوں۔

زندگی تمہیں آواز دیتی ہے، تم سے سوال کرتی ہے، تم سے پوچھتی ہے، جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر، ڈانٹ ڈانٹ کر، ڈپٹ ڈپٹ کر، حاکم کی طرح، مقتدر کی مانند، فرماں رواں کی مثل اور کبھی وہ بے چارہ لبادہ مسکنت پہن کر تم سے سوال کرتی ہے۔ ہاتھ جوڑ جوڑ کر، بچھ بچھ کر، جھک جھک کر، فقیروں کی طرح، گداؤں کی مانند، لٹے پٹے مسافروں کی مثل، میرے محبوب! میرے شہ والا! میری جان! میں زندگی ہوں، زندگی کشکول گدا نہیں کہ تو اسے خالی رکھے-------- جامہ فقیر نہیں کہ تو اسے حقیر جانے-------- خاک راہ نہیں کہ تو اسے روند ڈالے اور غریب شہر بھی نہیں کہ تو اسے دھتکار دے۔ میں تیری زندگی ہوں زندگی-------- مجھے رائیگاں نہ کر پیارے! دنیا کی ہر متاع کھو جائے تو پھر میسر آسکتی ہے لیکن میں وہ گوہر ہوں جس سے کسی کو ایک ہی بار نوازا جاتا ہے۔ اس لئے مجھے لایعنی مشاغل میں ضائع نہ کر-------- مجھے حسین بنا -------- آراستہ کر-------- پیراستہ رکھ یعنی-------- باخدا بنا بامصطفیٰ ﷺ بنا۔

صاحبو!

جس بدن کو تم سجا سجا کر رکھتے ہو-------- جس پر تم زرق برق لباسوں کے غلاف چڑھاتے ہو-------- جن سروں کو تم پیچ در پیچ عماموں سے مزین کرتے ہو-------- جس رخ رونق کی زیب و زینت پر تم سینکڑوں خواہشیں لٹاتے ہو-------- جن آنکھوں کو تم سرگیں و

جذب گیں رکھنے کے اہتمام کرتے ہو------جس ماتھے کو تم پر کشش بنانے کے لئے جھومر سجاتے ہو------ کبھی سوچا ان کی سب رونقیں زندگی سے ہیں------زندگی نہ ہو تو پھر آنکھ نہیں مٹی کا ڈھیلا ہے------ماتھا نہیں لکڑی کی تختی ہے------سر نہیں لخت سنگ ہے------بدن نہیں، بوسیدہ ہڈیوں کا پنجر ہے اس لئے بناتے ہی ہو، سنوارتے ہی ہو اور زیب و زینت کے مشتاق ہی ہو، تو زندگی کو سنوارو------اس کا میک اپ کرو------اسے مزین کرو اور یاد رکھو کہ زندگی نہیں بنتی------زندگی نہیں سنورتی------زندگی نہیں آراستہ ہوتی اور زندگی کا چہرہ حسن کے غازہ سے نہیں چمکتا، بجز اس کے اسے اسلام کا غسل دو------اسے اسلام کے رنگ میں رنگو اور اسے اسلام کے آب صافی سے دھو، پیارو! اسے ضائع نہ کرو------اسے بے کشش اور مجبور نہ رکھو------اسے بناؤ بناؤ، سلجھاؤ سلجھاؤ سلجھاؤ اور یہ فضول کاموں سے نہیں بنتی، نہیں سلجھتی، اس کے حسن کا راز اسی میں ہے کہ اسے باخدا بناؤ اور با مصطفیٰ ﷺ بناؤ۔

تسلیم کیا کہ تم نے بہت کچھ بنایا------فلک بوس عمارتیں------فراٹے بھرتی گاڑی فضائیں------چیرتے طیارے------دنیائیں پھاندتے سیارے------سمندر فگار جہاز عالم سوز بم------جہاں ساز مشینیں------کھلی کھلی ریاستیں------وسیع وسیع ملک------بڑے بڑے صوبے اور طویل و عریض کشور، لیکن سچ بتاؤ دھیان سے، ''کوئی ایک انسان بھی بنایا''------حسینو! مہ جبینو! زندگی تم سے شکوہ کرتی ہے کہ تم زندہ رہنے کی خواہش تو رکھتے ہو لیکن زندگی کو ختم کرنے کے درپے ہو------تم نے زندگی لوٹنے والے وردی پوش پال رکھے ہیں------تم نے زندگی بکھیرنے والے کارخانے بنا رکھے ہیں------تم نے زندگی کی عصمت دری کرنے والے غنڈوں کی حوصلہ افزائی کرنے والے مرکز قائم کر لئے ہیں------تمہارے ہاں فسق و فجور کی سندیں ملتی ہیں اور پھر افسوس یہ کہ تم اس سارے کالے کاروبار کا نام رکھتے ہو دین، تہذیب، تمدن، کلچر اور حب الوطنی۔

زندگی تم سے پناہ چاہتی ہے-------زندگی تم سے امان مانگتی ہے۔زندگی تمہیں زندہ رکھنا چاہتی ہے تم اس کے قتل پر تلے بیٹھے ہو-------یہ بے چاری مجبور کہاں پناہ لے-------کسے بلائے-------کس کو صدا دے-------کدھر دوڑے اور کدھر بھاگے،بس رحمتوں کا مامن ایک ہی ہے جہاں انسانیت سلامت ہے اور زندگی کی قدر کی جاتی ہے اور وہ ہے اسلام۔یقیناً یہی وجہ ہے کہ زندگی اسلام ہی کا طواف کرتی ہے اس لئے کہ سلامتی اسلام ہی میں ہے اور سلامتی کے اصل قاسم مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔اس لئے تمہارا بھلا ہو۔

باخدا ہو جاؤ

با مصطفیٰ ہو جاؤ

دوستو یہی وہ نگر ہے جہاں زندگی ضائع کرنے سے منع کیا جاتا ہے۔والعصر یہ سب باتیں سچی ہیں-------یہ سب باتیں پختہ ہیں اور یہ سب باتیں عبرت ہیں۔

''غور کو لو''

آؤ ایک بات پوچھوں؟

کبھی قبرستان دیکھے؟

کبھی مٹی کے ڈھیروں کی یہ دنیا دیکھنے کا اتفاق ہوا؟

کبھی گزرتے ہوئے اونٹ کی کوہان کی طرح خاکی ڈھیریاں دیکھیں؟

پیارو!

یہ بچوں کے کھیل کے میدان نہیں

یہ نابالغ معصوموں کے ہاتھوں بنائے ہوئے گھروندے نہیں۔

مانا کہ تم سب کچھ سمجھتے ہو لیکن تمہاری سمجھ کی معراج یہ ہے کہ یہ مردستان ہیں-------مرگ گاہیں اور قبر آباد ہیں لیکن اصل بات یہ نہیں کہ انہیں مردوں کا مسکن قرار دیا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ تو زندوں کے مدفن ہیں۔آج کے یہ زیر زمین لوگ کل سب زندہ

تھے---------سب زندگی رکھتے تھے اور اس میں کیا حرج ہے کہہ دیا جائے کہ قبرستان زندوں کے نہیں زندگی کے مدفن ہوتے ہیں۔قبل اس کے کہ کوئی تمہاری زندگی کو زیر زمین داب آئے---------تمہاری زیست کے پرکٹ جائیں اور بے چاری المدد المدد کہنے کے قابل بھی نہ رہے، آج ہی اس موقع کو غنیمت جانو اور لگاؤ نعرہ حیدری اور سنبھل جاؤ اور سنبھال لو زندگی کو اور قابو میں رکھو حیات مستعار کے ایک ایک لمحہ کو اور مستعدی سے اپنی زندگی کے ہر لحظہ میں اسلام کا نور چنو، وگرنہ تم خسارے میں چلے جاؤ گے

قرآن ہمیں یہی سکھلاتا ہے۔

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾

''قسم زمانہ کی''۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾

''بے شک حق فراموش آدمی ضرور نقصان میں ہے''

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

''سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں اور آپس میں ایک دوسرے کو حق پر چلنے کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے''۔

پیارو!

یہ ہے راز زندگی کا

ابلیس کی پیروی نہ کرو

با خدا ہو جاؤ با مصطفیٰ ﷺ ہو جاؤ

زندہ رہنے کی اک یہی تدبیر ہے۔

☆☆☆